Madamin-i-Alamgir.
by
Shibli Nomani.

مضامین عالمگیر

یعنی

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے متعلق مخالف مورخوں نے

جو غلط بیانیاں پھیلائی ہیں، اُنکی مورخانہ تحقیق و تنقید اور

اصلی واقعات کی تفصیل،

مرتبہ

شبلی نعمانی

باہتمام خواجہ عبدالواحد مالک پریس

مطبوعہ مطبع انتظامی واقع کانپور

سنہ ۱۹۱۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اورنگ زیب عالمگیر

فلسفۂ تاریخی کا یہ ایک راز ہے کہ جو واقعات جس قدر زیادہ شہرت پکڑ جاتے ہین اُسیقدر اُنکی صحت زیادہ مشتبہ ہوتی ہے، سد سکندر، دیوار قہقہہ، چاہ بابل، آب حیوان، مار ضحاک، جام جم، اسے بڑھکر کس واقعہ نے شہرت عام کی سند حاصل کی ہے، لیکن کیا ان مین ایک بھی اصلیت سے کچھ علاقہ رکھتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اکثر واقعات کسی خاص وقتی سبب سے شہرت کی منظرعام پر آجاتے ہین، پھر عام تقلید کے اثر سے جو خاصہ انسانی ہے شہرت عام کی بنا پر لوگ اس پر یقین کرتے چلے جاتے ہین اور کسی کو تنقید اور تحقیق کا خیال تک نہین آتا، یہان تک کہ رفتہ رفتہ وہ مسلمات عامہ مین داخل ہو جاتے ہین، حضرت عمرؓ کی نسبت کتب خانۂ اسکندریہ کے جلانے کا حکم کسی بدنیت عیسائی نے دل سے گڑھ کر منسوب کیا یہ وہ زمانہ تھا کہ

صلیبی لڑائیان جاری تھین اور عیسائی مسلمانون سے نفرت دلانے کے لیے طرح طرح کی تدبیرین اختیار کرتے تھے، اس واقعہ کا کانون مین پڑنا تھا کہ گویا خدا کا خاص قاصد آکر ایک ایک کے کان مین وحی پھونک گیا، بچے، جوان، بوڑھے، جاہل، عالم، رذیل، شریف، نیک، بد، جو تھا یہی راگ گاتا تھا، رفتہ رفتہ تقریر، تحریر، ضرب المثل، تلمیحات، افسانہ کوئی چیز اس سے خالی نہین رہی، لیکن بالآخر تحقیق کی عدالت نے فیصلہ کیا کہ ع عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ،

عالمگیر کی بدنامی کا قصہ بھی واقعۂ مذکورہ سے کچھ کم نہین، اس کی فرد قرارداد جرم اتنی لنبی ہے کہ شاید کسی مجرم کی نہ ہوگی، باپ کو قید کیا، بھائیون کو قتل کرایا، دکن کی اسلامی ریاستین مٹادین، ہندؤن کو ستایا، بت خانے ڈھائے، مرہٹون کو چھیڑ کر تیموری سلطنت کے ارکان متزلزل کردیئے، ع ای تو مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم،

لیکن اور تمام باتون سے قطع نظر کرکے پہلے یہ دیکھنا ہو کہ اسی خاندان مین عادل سے عادل بادشاہ پر قریب قریب یہی فرد قرارداد جرم قائم ہوسکتی ہو یا نہین، باپ سے بغاوت کی، بھائیون اور بھتیجون کو قتل کرایا[1]، دکن کی اسلامی ریاست (نظام شاہیہ) مٹادی، ایک سال کے اندر ۷۶ بتخانے منہدم کرادیے[2]، اور ہمیشہ اس پر فخر کرتا رہا،

[1] شاہجہان کا بھائی شہریار اور اس کے بھتیجے طمورث و ہوشنگ و گرشاسپ (دانیال کے بیٹے) خود شاہجہان کے حکم سے قتل کیے گئے. چنانچہ ان کے قتل کے لیے شاہجہان نے دست خاص سے جو فرمان لکھکر بھیجا تھا اس کے الفاظ یہ ہین،

درین ہنگام کہ آسمان آشوب طلب و زمین فتنہ جو است اگر داور بخش پسر خسرو و برادر او و شہریار و پسران شاہزادہ دانیال

یہ کون؛ صاحبقران ثانی شاہجہان،

ہم اس اصول سے بے خبر نہین کہ ایک شخص کے بُرے ثابت ہونے سے دوسرا شخص اچھا نہین ہو سکتا، شاہجہان پر اگر الزام ثابت ہو تو اس سے عالمگیر کی برات نہین ہو سکتی، لیکن آخر یہ مسئلہ غور کے قابل ہو کہ اس کی کیا وجہ ہو کہ شاہجہان کے الزامات کی کسی کو کانون کان خبر بھی نہین اور عالمگیر کے وہی الزامات ع "افسانۂ بزم و انجمن ہین"

طالع شہرت رسوائی مجنون بیش است ‌ ورنہ طشت من ہم از ہو وز یک بام افتاد

اس عقدہ کا حل کرنا اگرچہ ایک تاریخی فرض ہو لیکن اس سے ایک قومی تفریق کو تحریک ہوتی ہو اس لیے ہم اس کو قلم انداز کرتے ہین،

عالمگیر کی فرد قرارداد جرم مین سب سے بڑا نمایان واقعہ حیدرآباد کا استیصال ہے، یہ واقعہ مختلف حیثیتون سے اہمیت رکھتا ہو،

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱، آوارہ صحرای عدم ساختہ دولت خواہان را از تونیع خاطر و شورش دل فارغ سازد بصلاح و صواب قرین تر خواہد بود" (خاتمہ تزک جہانگیری مطبوعہ علی گڑھ صفحہ ۴۰۴) چنانچہ ۲ جمادی الاولی ۱۰۳۷ھ کو اس حکم کی پوری تعمیل ہوئی اور قبول مورخ جہانگیری گلشن ہستی اس خس و خاشاک سے پاک کر دیا گیا ع، اس واقعہ کو عبد الحمید لاہوری نے جو شاہجہان کے دربار کا مورخ تھا، شاہجہان نامہ مین نہایت تفصیل سے لکھا ہے، شاہجہان نے عباس صفوی کو جو خط لکھا ہے، اس مین اس واقعہ کو بڑے فخر سے لکھا ہے، چنانچہ شاہجہان نامہ مین یہ خط بتمامہ منقول ہے،

۱ ریاست حیدرآباد ایک شیعہ ریاست تھی اس لیے اس کی بربادی کے قصد سے عالمگیر کا سخت مذہبی تعصب ثابت ہوتا ہے،

۲ حیدرآباد کے مٹنے سے مرہٹون کو قوت ہو گئی اس لیے یہ پولیٹکل جرم ہے،

اس بنا پر ہم سب سے پہلے اس واقعہ کی تحقیق کے طرف متوجہ ہوتے ہین،

دکن مین پانچ ریاستین قایم تھین، گولکنڈہ، بیجاپور، خاندیس، برار، احمد نگر، یہ ریاستین باہم لڑتی بھڑتی رہتی تھین، جس کی وجہ سے یہ نوبت پہونچی تھی کہ جب علی عادل نے حسین نظام شاہ کی دستبرد سے تنگ آکر رام راج کو مدد کے لیے بلایا تو گو یہ شرط تھی کہ ہندو مسلمانون کے جان و مال سے متعرض نہ ہونگے تاہم ہندؤن نے احمد نگر مین ڈاکہ جو برتاؤ کیا اس کو فرشتہ ان الفاظ مین لکھتا ہے،

درمساجد فرود آمدہ بت پرستی می کردند و ساز نواختہ سرود می گفتند و عادل شاہ از استماع این اخبار دلگیر شدہ چون منع را قدرت نداشت بہ تغافل می گذرانیدند،

ان خانہ جنگیون کی بدولت تیموریون کو مداخلت کا موقع ملا اور سب سے پہلے اکبر نے بعض ریاستین اپنے زیر اثر کین، جہانگیر اور شاہجہان چاہتے تھے کہ ان ریاستون سے دوستانہ تعلقات قایم کرنے پر اکتفا کیا جائے، لیکن یہ ابن الوقت مجبوری کے وقت مطیع ہو جاتے تھے اور پھر موقع پاکر دشمن بن جاتے تھے مجبوراً ان کا استیصال کر کے یہ ریاستین سلطنت تیموری مین شامل کر لی گئین، عالمگیر جب تخت حکومت پر بیٹھا

توصرف دو سلطنتین حیدرآباد اور بیجاپور باقی رہگئی تھین،

اسی اثنا مین سیواجی کے باپ ساہو نے سر اٹھایا، ساہو اور سیواجی کی مفصل داستان اسی مضمون کے دوسرے حصے مین آئے گی، یہان سلسلہ کلام کے لحاظ سے اس قدر یاد رکھنا چاہیے کہ عادل شاہ والی بیجاپور نے پونہ اور سوپہ دو صوبے ساہو کو جاگیر مین دیے تھے، سیواجی نے ان علاقون مین بہت سے قلعے بنوا لیے، عادل شاہ بیمار ہو کر مرگیا، اس کے زمانہ علالت مین سیواجی نے اپنے حدود اور زیادہ وسیع کر کے چالیس قلعے طیار کیے، عادل شاہ کا کوئی وارث شرعی نہ تھا، درباریون نے سکندر نام ایک مجہول النسب لڑکے کو اس کا وارث قرار دیکر تخت سلطنت پر بٹھایا، وہ جب بالغ ہوا تو اس نے افضل خان کو سیواجی کے مقابلے پر بھیجا جس کو سیواجی نے دھوکے سے قتل کر ڈالا، یہی سکندر تھا جو عالمگیر کا معاصر اور ہمزمان تھا،

سیواجی نے چند روز کے بعد انتقال کیا اور اس کا بیٹا سنبھا اس کا جانشین ہوا، سکندر نے اپنی کمزوری یا تیموریہ کی قدیم خاندانی عداوت سے اُس سے سازش کرلی اور عالمگیر کے مقابلہ مین اس کو مدد دیتا رہا، عالمگیر نے بار بار اس کو تنبیہ کیا اور ترغیب و ترہیب ہر طرح کی تدبیرین اختیار کین لیکن سکندر کو کچھ احساس نہوا، خافی خان اس واقعہ کے متعلق لکھتا ہے،

"چون از فساد و نفاق بیجاپوری یعنی سکندر والی آنجا کہ وارث ملک ہم بود، مع ہذا با غنیم مرافقت می نمود، متواتر بعرض رسید و مکرر فرمان نصیحت آمیز از راہ تہدید، ملامت و عید صادر گردید فایدہ نہ بخشید"

مجبوراً عالمگیر نے بیجاپور فتح کر کے ممالک محروسہ مین شامل کر لیا، لیکن سکندر سے نہایت عزت و احترام کا برتاؤ کیا، اس کو سکندر خان کا خطاب دیا، خلعت خاص مع تلوار کے جس کے پرتلہ پر موتی ٹنکے ہوئے تھے، پھول کٹارہ مع مالائے مروارید جس مین زمرد کا آویزہ تھا، کلغی مرصع اور عصای مرصع عنایت کیا، اس کے ساتھ حکم دیا کہ خاص خیمہ شاہی کے پہلو مین اس کا خیمہ نصب کیا جائے اور ہر قسم کی ضروریات خزانۂ شاہی سے مہیا کی جائین، چنانچہ یہ پوری تفصیل عالمگیر نامہ تصنیف مستعد خان ساقی مین مذکور ہو،

حیدرآباد کا فرمان روا عالمگیر کے زمانہ مین ابو الحسن شاہ تھا جو عوام مین تاناشاہ کے نام سے مشہور ہو، قطب شاہ جو اس سے پہلے حیدرآباد کا فرمان روا تھا، اُس نے جب وفات کی تو اس کی کوئی اولاد ذکور نہ تھی، نہ کوئی قریب عزیز تھا، مجبوراً ابو الحسن کو جو دور کا واسطہ رکھتا تھا تخت نشین کیا، ابو الحسن بچپن سے قلندرون کے ساتھ آوارہ پھرتا رہا تھا اس لیے تخت نشینی کے بعد بھی یہ شان قایم رہی، صاحب مآثر الامرا اگرچہ اس کا اس قدر طرفدار ہو کہ حیدرآباد کی فتح کا جہان ذکر آتا ہو اس کا دل بے اختیار ہو جاتا ہو، تاہم اس کے حال مین لکھتا ہو،

"ابو الحسن والی تلنگ کہ از غایت انہماک در عیش و عشرت کا ہے در پانزدہ سالہ حکومت خویش از شہر حیدرآباد بجز از مسافت یک کروہ بمر نگر گلکنڈہ سفر گزین نشدہ بودہ سوائے ہر روزہ مجرہ خوار بود" (مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۲۰۸ تذکرہ جان سپار خان)

ابو الحسن کی عیش پرستی نے تمام ریاست کو اس رنگ مین رنگ دیا، اور

ہر طرف علانیہ بدمعاشی اور شراب خواری پھیل گئی، خافی خان لکھتا ہے،

"انان کہ ابوالحسن قطب الملک فرمانروائے حیدرآباد بہ اخال نمیح ازپسون ملک بادنا

واکنا کہ ہردو کافر شدید العداوت بودند وستمی وظلم زیادہ بر مسلمانان می گذشت وفسق وفجور

علانیہ ازرواج مسکرات ولہو ولعب زیادہ بعرض رسید"

ابوالحسن کو جس نے سلطنت دلائی تھی، وہ سید مظفر نام ایک الوالعزم امیر تھا،
لیکن ابوالحسن نے اس کو معزول کرکے مادنا نام ایک برہمن کو وزارت کے عہدہ پر مامور
کیا اور حکومت وسلطنت کے تمام اختیارات اس کو دیدیئے اس کے تسلط اور اقتدار
کی یہ نوبت پہنچی کہ ابوالحسن کے سپہ سالار نے جس کا نام ابراہیم خلیل اللہ خان تھا اور بڑے
سطوت اور اقتدار کا آدمی تھا، اپنے نگینہ پر یہ شعر کندہ کرایا تھا،

زالتفات بادشاہ و پنڈت (یعنی مادنا) وشن روان — گشت ابراہیم سرلشکر خلیل اللہ خان[1]

مادنا کے تسلط اور اقتدار کی نسبت صاحب مآثر الامرا لکھتا ہے،

"رتق وفتق امور ملکی ومالی باقتدار آن دو برادر یا من شوم لوم مادنا واکنا کہ خمیر مایہ مفاسد

وفتن ومورث وبال وزوال آن دودمان گشتہ، تفویض یافت[2]"

یہ وہ زمانہ تھا کہ سیواجی عالمگیر کے دربار سے بھاگ کر دکن میں آگیا تھا، وہ حیدرآباد
میں آیا اور ابوالحسن سے کہا کہ آپ اور ہم ملکر شاہی ممالک پر حملہ آور ہوں، چنانچہ ابوالحسن نے

لہ، مآثر الامرا تذکرہ صابت خان حیدرآبادی جلد سوم صفحہ ۲۲۵ تا ۲۲۶،

سلہ، مآثر الامرا تذکرہ صابت خان حیدرآبادی،

فوج اور روپیہ سے اس کی مدد کی، عالمگیر کی تخت نشینی کا اکیسوان سال تھا کہ سیوا نے تیموری حدود حکومت میں گھسکر جالنہ کو برباد کردیا، مآثر الامرا مین اس واقعہ کی تفصیل حسب ذیل ہی،

"پستر باوالی حیدرآباد متفق شدہ خزانہ او کہ باتفاق با فوج بادشاہی جنگ می نمایم اول پتسخیر قلاع تردد می باید دید بدین تقریب فوج و زر از و گرفتہ بر تجاور رفت..... در ہمین سال سیوا بر ملک بادشاہی دویدہ پرگنہ جالنہ را ویران ساخت، مآثر الامرا جلد اول از صفحہ ۲۴۴ تا ۲۴۹"

سیوا کے مرنے کے بعد جب سنبھا اس کا جانشین ہوا تو ابوالحسن نے اسکو بھی عالمگیر کے مقابلہ مین ہر قسم کی مدد دی اور ایک لاکھ ہون (ایک طلائی سکہ کا نام ہے) نقد بھیجا، چنانچہ خافی خان لکھتا ہی،

"وعلاوہ آن در امداد سنبھا سے جنگی دارالحرب در تاخت ملک و تسخیر قلعہ جات و رسانیدن لک ہون نقد خود را بدنام وزبان زد عالمے ساختہ بود"

ان سب پر طرہ یہ کہ جس زمانہ مین عالمگیر بیجاپور کے محاصرہ مین مشغول تھا، ابوالحسن نے اپنے ایک سردار کو لکھا، کہ ایک طرف سے سنبھا بیشمار فوج لیکر بڑھتا ہی اور دوسری طرف سے مین چالیس ہزار فوج بھیجتا ہون، دیکھون حضرت عالمگیر کس کس کا مقابلہ کرتے ہین، چنانچہ اس واقعہ کو ابوالحسن کے خط کی نقل کے ساتھ تمام مورخون نے نقل کیا ہی، صاحب مآثر الامرا لکھتے ہین،

چون آن مہم بہ امتداد کشید بادشاہ کشور کشا باقتضائے صوابدید از اورنگ آباد بہ احمد نگر وازان جا بہ شولاپور معسکر گردانید ناگاہ ابوالحسن نوشتہ بنام حاجبی کہ در فوج فیروزی بود مخفی از نظر بادشاہی گذشت، بدین مضمون کہ تا حال پاس مراسم بزرگداشت می نمودیم حالا کہ ایشان سکندر را یتیم و ناتوان دانستہ بیجاپور را محاصرہ نمودہ کار برا و تنگ آوردند واجب آمد کہ سوائے جمعیت موفور بیجاپور راجہ سنبھا از طرفے با فوجے از شمار افزون جہت کمک آن بے کس کمر سعی بر بندد و ما بہ سرداری خلیل اللہ خان پلنگ حملہ چہل ہزار سوار مستعد پیکار تعین نمائیم و ببینیم کہ ایشان کدام کدام طرف مقابلہ و مقاومت خواہند کرد"

(مآثر الامرا جلد سیوم از صفحہ ۲۰۲، ۲۰۹)

عالمگیر نے یہ خط پڑھا تو کہا کہ ہم نے ابتک اس بندر نچانے والے کو چھوڑ رکھا تھا لیکن جب مرغی نے خود آواز دی تو کیا باقی رہا،

باایں ہمہ جب عالمگیر کے حکم سے شاہزادہ معظم شاہ حیدرآباد کی مہم پر روانہ ہوا تو اُس نے ابوالحسن کو لکھا کہ شرائط ذیل منظور ہوں تو عفو تقصیر کے لیے سفارش کیجائے شرائط یہ تھے۔

۱، اکنا وزارت سے معزول ہو کر مقید کر دیا جائے،

۲ سیرم وراگیر وغیرہ جو ممالک محروسہ میں داخل تھے اور جبر غصباً قبضہ کر لیا گیا ہے، واپس کر دیئے جائیں۔

۳، پیشکش مقررہ کی باقیات ادا کر دی جائیں،

لیکن ابو الحسن نے درباریون کے اغوا سے یہ شرطین منظور نہین کین، چنانچہ خافی خان لکھتا ہی،

"اول آن کہ بادشاہزادہ محمد معظم نمی خواست کہ تا مقدور کار بجنگ کشد، بہ خلیل اللہ خان پیغام نمود کہ اگر ابو الحسن بہ اظہار ندامت و التماس عفو تقصیر پیش آمدہ دست اختیار مادنا و آکنا را از امور ملکی کوتاہ نمودہ مقید سازد،

دوم آن کہ پرگنات سیرم و رام گیر وغیرہ کہ بہ غصب از تصرف بندہ اے بادشاہی بہ دعوی بیجا بر آوردہ دست از ان بر داشتہ با زحوالہ منصبان بادشاہی نماید، دیگر آن کہ باقی پیشکش سابق لاحق بلا توقف و اہمال روانہ بارگاہ آسمان جاہ سازد، برائے عفو تقصیرات او بہ حضور معروض داشتہ آید،

امرائے ناقص عقل دکن از راہ غرور بہ جواب اینے عمل پیش آمدہ در دفعیہ غضب بادشاہی نتوانستند پرداخت۔

اس واقعہ کے بعد ایک دفعہ پھر شاہزادہ معظم نے صرف اس شرط پر صلح کی گفتگو کی کہ سیرم وغیرہ واپس کر دیے جائین، لیکن وہان سے یہ جواب آیا کہ سیرم کلارے نیزہ کی نوک سے بندھا ہوا ہی[1]۔

انصاف کرو ان حالات کے ساتھ کہ بادشاہ کو انتظام کی قابلیت نہین، رندی اور عیاشی دربار شاہی سے گذر کر چارون طرف پھیلتی جاتی ہے، وزیر اعظم اور

---

[1] خافی خان جلد دوم صفحہ ۳۰۲،

ہندو میں جو مسلمانوں کو پامال کرتے جاتے ہیں، مرہٹوں کو فوج اور خزانے سے مدد پہنچا رہی ہے کہ تیموری سلطنت کا تختہ اُلٹ دیا جائے، تیموری علاقوں پر غارت گریاں ہو رہی ہیں ان حالات کے ساتھ، اکبر تو کیا اگر نوشیروان اور عمر بن عبدالعزیز بھی ہوتے تو کیا کرتے؟ وہی کرتے جو دنیا بھر کے الزاموں کے ہدف یعنی عالمگیر نے کیا، حملے کے وقت جب ابوالحسن نے اسی قدیم طریقے پر معافی کی درخواست کی، تو عالمگیر نے حسب ذیل فرمان لکھا،

"اگرچہ افعال قبیح آن بدعاقبت از احاطۂ تحریر بیرون است، اما از صد یکے واز بسیار اندکے بہ گزارش می آید،

اولاً اختیار ملک و سلطنت بہ کف اقتدار کافر فجار ظالم دادن و سادات و مشایخ و فضلا را منکوب و مغلوب ساختن و در رواج فسق و فجور بہ فرماد علانیہ کوشیدن و خود از بادہ پرستی و ریاست و بدمستی دولت در انواع کبائر شب و روز مستغرق بودن، بلکہ کفر از اسلام و ظلم از عدل و فسق از عبادت فرق نہ نمودن و در اعانت کفار حربی اصرار ورزیدن و خود را از عدم اطاعت اوامر و نواہی الٰہی خصوص در مادہ منع معاونت دار الحرب کہ نص کلام مجید بہ تاکید واقع شدہ نزد خلق و خالق ملعون ساختن، چنانچہ مکرر درین باب فرامین نصیحت آمیز مصحوب مردم آداب دان شرف گرفتہ حضور صادر شدہ و چنین غفلت ہرگز محل نہ کشید، بلکہ درین تازگی فرستادن لک ہون برائے سنبھاجی

بدکردار بہ عرض رسید، با این ہمہ غرور و بدمستی بادہ ناکامی نظر بر افعال
وزشتی اعمال خود نہ نمودن وامید رستگاری در ہر دو جہان داشتن،

ع نہ ہے تصویا عل نہ ہے خیال محال،

ان الفاظ کو غور سے پڑھو اور بار بار پڑھو اور تصاعت کرو کہ کیا ان مین ایک لفظ بھی واقعیت اور سچائی سے ہٹا ہوا ہے،

اس بوالعجبی کو دیکھو کہ نعمت خان عالی مصنف مآثر الامرا، خافی خان کے نزدیک ان سب باتون کے ساتھ بھی حیدر آباد کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا گناہ ہو انکے نزدیک عالمگیر کا کانشنس خود حیدر آباد کے حملہ کے نام سے کانپ اٹھتا ہو، وہ حیدرآباد کا قصد کرتا ہے لیکن شیخ الاسلام سے فتوی پوچھتا ہو اور وہ کسی طرح اس کی اجازت نہین دیتے، یہان تک کہ اپنے عہدہ سے مستعفی ہو جاتے ہین، وہ مرزا محمد کو سفارت کے طور پر ابوالحسن کے پاس بھیجتا ہو، اور خلوت مین لیجا کر اس سے چپکے سے کہتا ہو کہ ابوالحسن سے اس طرح سختی سے بات چیت کرنا کہ وہ بھی مجبور ہو کر سختی سے پیش آئے اور مجھ کو حیدر آباد کے حملہ کے لئے سند ہاتھ آئے، وہ ابوالحسن سے ایک بے بہا الماس اس غرض سے طلب کرتا ہو کہ وہ انکار کرے اور لڑائی کے لیے بہانہ ہاتھ آئے۔

سلہ مآثر الامرا،

سلہ خافی خان جلد دوم صفحہ ۳۰۹،

ان موزخون کی دانشمندی پر غور کرو مرہٹون کی سازش شاہی مفتوحات پر تصرف ہندؤن کا تسلط، ملک کی بدانتظامی، فسق وفجور کا رواج، عام مسلمانوں کی لوٹ و خواری، یہ چیزیں حیدرآباد پر حملہ کرنے کے لیے سند نہیں بن سکتین صرف سفیر کے ساتھ سخت کلامی" اور الماس کے دینے سے انکار وہ جرم ہے جسکی سند پر عالمگیر بے دریغ حیدرآباد پر حملہ کرسکتا ہے اور پھر اسکو کوئی کسی قسم کا الزام نہیں دے سکتا،

عبدالقادر بدیوانی نے نکتہ چینی کے ساتھ اکبر کے صحیح صحیح واقعات قلمبند کیے تو جہانگیر نے اپنے زمانۂ حکومت مین حکم دیدیا کہ اس کتاب کی اشاعت قطعًا بند کردی جائے نعمت خان عالی نے وقایع نعمت خان مین سرتاپا عالمگیر کی ہجو لکھی، لیکن عالمگیر کے جانشین بہادرشاہ نے شیعیت کی مناسبت سے نعمت خان کو دانشمند خان کا خطاب دیا، اور وقائع نعمت خان درس مین داخل ہوگیا، عالمگیر کو بہادرشاہ سا جانشین، اور نعمت خان عالی، خافی خان، شاہنواز خان جیسے واقعہ نگار ہاتھ آئین تو بیچارے کو نیکنامی کی کیا توقع ہوسکتی ہے۔

تاہم یہ متعصب مورخ سچ کو نہین چھپا سکے اور خود انھین کے مسلسل واقعات نے بتادیا کہ حیدرآباد کا استیصال کرنا کسی اسلامی سلطنت کا نہین بلکہ ایک مرہٹی سلطنت کا استیصال کرنا تھا،

ہم نے بعض شیعی احباب کو یہ کہتے سنا ہے کہ عالمگیر نے خود اپنی سلطنت برباد کی کیونکہ دکن کی ریاستین مرہٹون کو دبائے ہوئے تھین، ان کا دباؤ اٹھ گیا تو مرہٹے

زور پکڑ گئے، لیکن ہمارے دوستوں کو یہ نہیں معلوم کہ دکن کی یہ ریاستیں، مرہٹوں کی گویا باج گذار بن گئی تھیں[۱] اور اگر عالمگیر حیدرآباد و بیجاپور کو فتح نہ کر لیتا تو آج بڑودہ اور گوالیار کی طرح حیدرآباد اور بیجاپور پر بھی مرہٹوں کا علم لہراتا ہوتا،

عالمگیر اور مرہٹہ

عالمگیر کی فرد قرارداد جرم کا یہ دوسرا نمبر ہے اور یہ جرم بجائے خود متعدد جرائم کا مجموعہ ہے جسکی تفصیل حسب ذیل ہے،

۱، مرہٹوں کا فساد عالمگیر کی ذات سے برپا ہوا،

۲، سیواجی جب عالمگیر کے دربار میں حاضر ہوا تو عالمگیر نے اس سے ایسا برتاو کیا جس سے وہ بیچارہ ناچار سرکشی پر مجبور ہوا، ورنہ فراخ حوصلگی سے کام لیا جاتا تو وہ عالمگیر کا حلقہ بگوش ہو جاتا،

۳، سیواجی کو عالمگیر نے امان دیکر بلایا تھا لیکن خلاف عہد اُسکو نظر بند کر دیا،

۴، سیواجی کے جانشینوں کے ساتھ عالمگیر نے اچھا سلوک نہیں کیا،

۵، عالمگیر مرہٹوں کو زیر نہ کر سکا اور چونکہ مرہٹوں ہی نے سلطنت تیموریہ کو زیر و زبر کر دیا، اس لیے تیموریوں کی بربادی کا سبب اصلی خود عالمگیر تھا،

---

[۱] مستعد خان ساقی، عالمگیر نامہ میں والی بیجاپور کے حال میں لکھتا ہے،

"مطوبہ کار فرماوت و ین سبنائے بیدین گشتہ" ابوالحسن کا بھی یہی حال تھا،

ان بحثون کے فیصل کرنے سے پہلے ہم سیواجی کے خاندان کی ابتدائی تاریخ لکھتے ہین جس سے متنازع فیہ مسئلون کے متعلق آیندہ مدد ملیگی،

سیواجی کا خاندان

سیواجی کا خاندان[1] دراصل مہارانا اودے پور سے تعلق رکھتا ہے، اس خاندان مین سورسین نام ایک شخص بعض اسباب سے چتور چھوڑ کر پرگنہ کرنب ضلع پرینده ریاست دکن مین چلا آیا، اس کے خاندان مین سے مالوجی اہل وطن سے ناراض ہو کر ایلورہ مین جو دولت آباد کے قریب ہے آکر آباد ہوا،

اس زمانے مین دولت آباد نظام شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا، اور یہان کا دیسمکھ (یعنی صوبیدار) لکھی جادو نام ایک شخص تھا، مالوجی نے لکھی جادو کی سرکار مین ملازمت اختیار کی، مالوجی کے دو بیٹے تھے، چونکہ وہ شاہ شریف صاحب کا (جن کی قبر احمد نگر مین ہے) نہایت معتقد تھا، اس لیے اس نے بیٹون کا نام شاہ صاحب موصوف کے تعلق سے شاہ جی اور شرف جی رکھا، یہی شاہ جی آگے چلکر ساہو جی کے لقب سے مشہور ہوا اور یہی ساہو جی ہے، جو سیواجی کا باپ تھا، لکھی جادو کے کوئی

---

[1] سیواجی کے خاندان کا حال خافی خان نے اپنی تاریخ مین (جلد دوم صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ کلکتہ) اور غلام علی آزاد نے خزانہ عامرہ (صفحہ ۴۰) مین تفصیل سے لکھا ہے لیکن سب سے زیادہ تفصیلی اور صحیح حالات مآثر الامرا مین ہین، چونکہ سیواجی کا پوتا ساہو عالمگیر کے دربار مین ہفت ہزاری منصب رکھتا تھا، اسلیے مآثر الامرا مین اس کا حال مستقل عنوان سے لکھا ہے، اس کے ذیل مین اس کے خاندان کے ابتدائی حالات بھی نہایت تفصیل سے لکھے ہین، مین نے زیادہ حالات اسی کتاب سے لیے ہین،

اولاد نہ تھی صرف ایک لڑکی تھی، شاہ جی چونکہ خوش اندام اور خوش رو تھا، لکھی جادو نے اس کو اپنا متبنی بنایا اور چاہا کہ اپنی بیٹی اسکو بیاہ دے، لیکن لکھی جادو کے خاندان والون نے اس کو باز رکھا، بالآخر مالوجی نے اننک پال (ایک معزز زمیندار تھا) کے دربار مین رسائی حاصل کی اور دباؤ ڈالکر مالوجی کی لڑکی سے شاہ جی کی شادی کردی،

ساہوجی | ساہوجی نے سب سے پہلے نظام شاہی دربار مین توسل پیدا کیا سنہ ۱۰۳۰ھ مین جب نظام شاہ کی فوجون نے نربدا اتر کر مالوا کو غارت کیا، اور جہانگیر نے اس کے دفعیہ کے لیے لشکر کشی کی تو نظام شاہ کے فوجی سردارون مین ساہوجی اور اس کا خسر جادو رائے بھی تھا،[۱]

جہانگیر نے جب اس کے انتقام کے لیے شاہجہان کو دکن بھیجا تو جادو رائے شاہجہان کی خدمت مین حاضر ہوا اور اس کے صلہ مین اسکو پنج ہزاری منصب ملا، اور ارکان خاندان کو بھی حسب مراتب عہدے ملے، لیکن پھر باغی ہو کر سنہ ۱۰۳۸ھ مین نظام شاہ کے پاس واپس چلا گیا، نظام شاہ نے اس کو قتل کرا دیا، اس بنا پر ساہوجی نظام شاہ سے ناراض ہو کر شاہجہان کے دربار مین چلا آیا اور پنج ہزاری منصب پر سرفراز ہوا اس کے ساتھ خلعت، اسلحہ مرصع، علم نقارہ، اسپ فیل، اور دو لاکھ نقد انعام مین ملے ساہوجی کے سالون کو بھی جنکا نام بہادر اور جگدیو تھا، پنجہزاری اور چار ہزاری منصب ملے،[۲]

---

[۱] خافی خان جلد اول صفحہ ۳۱۰ و مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۵۰۳،

[۲] خافی خان صفحہ ۴۳۳ و مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۵۰۲ و ۵۲۲،

شاہجہان نے نظام شاہ کے بعض علاقے جو عنبر کی جاگیر میں تھے ساہو کو دیدیے تھے، لیکن جب ۱۰۴۰ھ مین عنبر کا بیٹا فتح خان نظام شاہ سے باغی ہو کر شاہجہان کے دربار مین چلا آیا، تو شاہجہان نے عنبر کے علاقے ساہوجی سے لیکر فتح خان کو واپس کر دیے، اس بنا پر ساہوجی ناراض ہو کر عادل شاہ والی بیجاپور سے جا کر مل گیا اور ایک فوج گران لیکر دولت آباد کی طرف بڑھا،[۱]

ساہو کی تنبیہ کے لیے شاہجہان نے فوجین روانہ کین اور اسی سنہ مین اسکے اہل وعیال گرفتار ہوئے، ۱۰۴۲ھ مین ساہوجی نے ظفر نگر پر حلہ کیا، ۱۰۴۳ھ مین اور اضلاع شاہی پر غارت گری کی جسکی پاداش کے لیے اورنگ زیب عالمگیر مامور ہوا، شاہجہان نے نظام شاہ کو گرفتار کر کے قید کر دیا، اس کے کوئی اولاد نہ تھی، ساہوجی نے ایک مجہول النسب لڑکے کو نظام شاہ کا وارث قرار دیکر تخت نشین کیا اور تیموری حکومت کے بعض اضلاع دبا لیے،[۲] ان دست درازیون مین عادل شاہ والی بیجاپور بھی ساہوجی کا برابر کا شریک تھا، چنانچہ ساہو کی اعانت کے لیے عادل شاہ نے رندولہ کو فوج دیکر بھیجا تھا،[۳]

یہ دست درازیان اس حد تک پہونچین کہ شاہجہان نے بڑے زور شور سے

---

[۱] خافی خان صفحہ ۴۴۷،

[۲] خافی خان صفحہ ۵۰۰،

[۳] سیر المتاخرین حالات سنہ جلوس شاہجہانی،

اس کے استیصال کا عزم کیا، ۱۰۴۵ھ مطابق سنہ ۹ جلوس مین اڑتالیس ہزار فوج بڑے بڑے امرا کی سپہ سالاری مین دیکر دکن کو روانہ کی ان مین سے بیس ہزار فوج کا سردار خان زمان کو بنا کر حکم دیا کہ چمار کونڈہ کو جو ساہو کا مستقر ہے برباد کرکے کوکن کے اضلاع کی طرف بڑھے چنانچہ ان فوجون نے ساہو کے پچیس قلعے فتح کرکے ساہو کو بیجاپور تک بھگا دیا، ۱۰۴۶ھ مین ساہو نظام شاہی علاقہ سے بھی نکال دیا گیا، (خافی خان حالات شاہجہان صفحہ ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۳۹)

ساہوجی نے عادل شاہ کے دربار مین ملازمت اختیار کی، عادل شاہ نے پونہ اور سوپہ اس کو جاگیر مین دیے، سیواجی اب جوان ہو چکا تھا، اور حوصلہ مندی کے جوہر دکھانے لگا تھا، ان اضلاع کا انتظام اس نے اپنے ہاتھ مین لیا اور جابجا قلعے طیار کرنے شروع کیے، رفتہ رفتہ ایک بڑی فوج جو حسب بیان مآثر الامرا پندرہ ہزار تھی طیار کر لی اور اپنی حکومت کے علاقے وسیع کرنے شروع کر دیے، اسی اثنا مین عادل شاہ بیمار پڑا اور دربار مین سخت ابتری پیدا ہو گئی، سیواجی نے آس پاس کے علاقون پر دست درازی شروع کی، دور دور تک کے علاقے زیر اثر کر لیے، تھوڑے دنون مین کوکن کے تمام علاقہ پر جو بیجاپور کی حکومت مین داخل تھا متصرف ہو گیا،[1] سیوانے قوت پا کر یہ طریقہ اختیار کیا کہ جو شہر یا قصبہ آباد اور خوشحال ہوتا، اُس پر چھاپہ مارتا اور لوٹ لیتا، وہان کا حاکم جب عادل شاہ کو خبر کرتا تو ساتھ ہی سیواجی کی عرضی پہونچتی کہ

---

[1] خافی خان جلد دوم صفحہ ۱۱۳ تا ۱۱۶،

اس ضلع کی آمدنی مین بہت اضافہ ہو سکتا ہے، اضافہ کی شرط پر میری جاگیر مین دیا جائے، دربار مین عادل شاہ کی بیماری کی وجہ سے ابتری پھیلی ہوئی تھی، اس لیے جاگیرداروں کی تحریر پر کوئی متوجہ نہین ہوتا تھا، اور رشوت خوار عمال سیواجی کو جاگیر کی سند لکھکر بھیجدیتے تھے، اسی اثنا مین یعنی ۱۰۶۶ھ مطابق ۳۰ جلوس مین عادل شاہ مرگیا، اور چونکہ اس کے کوئی اولاد ذکور نہ تھی، درباریون نے ایک مجہول النسب لڑکے کو تخت نشین کیا، جو علی عادل شاہ کے نام سے مشہور ہو، شاہجہان کو خبر ہوئی تو اس نے عالمگیر کو لکھا کہ بیجاپور پر قبضہ کرلیا جائے[1]، عالمگیر نے بیجاپور کا محاصرہ کیا، عادل شاہ نے مجبور ہوکر کروڑ روپیہ نذرانہ دینا منظور کیا،

اسی اثنا مین شاہجہان بیمار ہوا، داراشکوہ نے ولیعہدی کے دعوے سے زمام سلطنت اپنے ہاتھ مین لی، اور چونکہ سب سے مقدم عالمگیر کا زور توڑنا تھا، تمام امرا اور فوجی افسرون کو جو عالمگیر کے ساتھ تھے حکم بھیجدیا کہ پائے تخت مین واپس آئین، عالمگیر مجبوراً محاصرہ چھوڑکر اورنگ آباد چلا آیا[2]،

اب حالت یہ ہو کہ شاہجہان بیمار اور مسلوب الاختیار ہو، داراشکوہ نے بھائیون کے استیصال کی تیاریان کی ہین، مراد نے گجرات مین سکہ و خطبہ جاری کیا ہے،

---

[1] خافی خان جلد اول صفحہ ۷۴۰،

[2] خافی خان صفحہ ۷۴۰ جلد اول،

شجاع بارادہ حکومت بنگالہ سے دار السلطنت کی طرف بڑھتا آتا ہی، عالمگیر دکن سے روانہ ہوگیا ہی، سیواجی کو کھل کھیلنے کے لیے اس سے زیادہ اور کیا موقع نصیب ہو سکتا تھا، اس نے ہر طرف دست درازیان شروع کردین، چالیس قلعے طیار کرائے، جزیرون مین بحری قوت کا سامان کیا[1]، مرہٹون کی ایک فوج گران طیار کی، اور رفتہ رفتہ بیجاپور کے اکثر اضلاع پر متصرف ہوگیا،

دست گلچین قتل عام لالہ و گل میکند　　　باغبان صحن گلشن مست خواب افتادہ است

علی عادل شاہ نے ہوش سنبھالا، تو اپنے سپہ سالار افضل خان کو سیواجی کے استیصال کے لیے بھیجا، افضل خان نے اس کو محصور کر لیا، سیوا نے عاجز ہو کر مکر و فریب سے کام لینا چاہا، خافی خان لکھتا ہو،

"افضل خان کہ از امراے عمدہ و از شجاعان با سرانجام بود بعد رسیدن بر سر او کار بر و تنگ کردہ آن مفسد بدسگال چون دید کہ در جنگ صف و محصور گردیدن صرفہ او نمی کنند، بحیلہ و تزویر و روباہ بازی پیش آمدہ مردم معتمد را در میان انداختہ بہ اظہار ندامت و التماس قبول عفو تقصیرات رجوع آوردہ"

مآثر عالمگیری مین ہو کہ جب عادل خان نے سیوا پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تو سیوا نے پیشدستی کر کے عفو تقصیر کی درخواست کی اور لکھا کہ افضل خان کو بھیجیے کہ مین ان کے ہمرکاب اگر زود در روا اپنے معروضات پیش کرون، غرض افضل خان دو ہزار سوار کے ساتھ روانہ

[1] خافی خان صفحہ ۱۱۰ جلد دوم
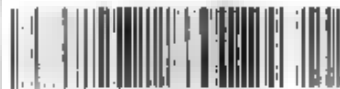
ہوا، شرط یہ قرار پائی کہ ملاقات کے وقت کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہو، چنانچہ افضل خان جریدہ گیا، لیکن سیوا بچھوا آستین مین چھپائے ہوئے تھا، معانقہ کے ساتھ اسنے افضل خان کا کام تمام کردیا،

عالمگیر کی لشکر کشی، سیوا نے اس پر اکتفا نہ کر کے تیموری حدود حکومت مین بھی دست درازیان شروع کین، عالمگیر اگرچہ ابھی رقیبان سلطنت کے معرکون سے فارغ نہین ہوا تھا، تاہم سنہ جلوس مطابق جمادی الاول سنہ ۱۰۷۰ھ مین شایستہ خان امیر الامرا کو اس ہنگامہ کے فرو کرنے کے لیے دکن بھیجا، امیر الامرا رجب سنہ ۱۰۷۰ھ مین سیوا گانون مین داخل ہوا، سیوا اس وقت سوپہ مین تھا، امیر الامرا کی آمد سنکر وہان سے بھاگ گیا، امیر الامرا نے سوپہ پر قبضہ کیا اور رفتہ رفتہ پونا اور سیوا پور بھی فتح ہوگئے، پھر چاکنہ کا محاصرہ ہوا اور کئی مہینے کے بعد محصورین نے امان طلب کی اور قلعہ حوالے کر دیا، امیر الامرا نے پونا کو صدر مقام قرار دیکر خود اس محل مین قیام کیا جو سیوا نے اپنے لیے تعمیر کرایا تھا، اور ہر طرف سیوا کے تعاقب کے لیے فوجین بھیجدین، سیوا جا بجا بھاگتا پھرتا تھا، یہان تک کہ دشوار گذار پہاڑون کی گھاٹیون مین بھی ایک ایک دو دو ہفتے سے زیادہ کہین ٹھہر نہین سکتا تھا، خافی خان لکھتا ہے،

"سیوا چنان منکوب و مغلوب ہراس گردیدہ بود کہ بیان کوہہاے دشوار گذار ہر ہفتہ د ہر ماہ جائے بسری برد (جلد دوم صفحہ ۱۰۷)

---

[1] ان واقعات کو مصنف مآثر عالمگیری اور خافی خان نے نہایت تفصیل سے لکھا ہے،

سیوا نے اب اپنے قدیم طریقے سے کام لیا ۱۰۷۳ھ مطابق سنہ جلوس مین امیرالامرا پر شبخون مارا، چونکہ امیرالامرا کی بے احتیاطی سے سیوا کو یہ موقع ہاتھ آیا تھا، اسلیے عالمگیر نے امیرالامرا کو معزول کر کے شاہزادہ معظم کو اس مہم پر مامور کیا،

سیوا نے اب اور ہاتھ پانون نکالے سورت کے پاس جو بندرگاہ تھے یعنی جیول وپایل وغیرہ ان پر قبضہ کر لیا اور عام غارتگری کے ساتھ حجاج کے جہازکو لوٹنا شروع[1] کر دیا، عالمگیر نے مہاراجہ جے سنگھ کو جو ریاست جے پور کا راجہ اور سپہ سالاری کا منصب رکھتا تھا، اس مہم پر مامور کیا اور فوج کا ہراول دلیر خان کو مقرر کیا، جے سنگھ ۱۰۷۵ھ مطابق سنہ جلوس پونا مین داخل ہوا اور ہر طرف فوجین پھیلا دین دلیر خان نے سات ہزار سوار لیکر پانچ چھ مہینے کی مدت مین سیوا کے تمام علاقے پامال کر دیے، سیوا کا خاص دارالسلطنت راجگڈھ اور اس کی ننہال کے لوگ کندانہ مین رہتے تھے، سیوا نے دیکھا کہ یہ مقامات بھی فتح ہوئے تو تمام اہل وعیال برباد ہو جائین گے مجبوراً اسنے اطاعت کی سلسلہ جنبانی کی، خافی خان لکھتا ہے،

"کوتاہی سخن کار بر محصوران از سعی جاہدان قلعہ کشا تنگ گردید و راہ فرار از اطراف چنان مسدود ساختند کہ ہر چند آن محیل (یعنی حیلہ باز) خواست قبایل را از ان جا بر بردہ بر مکان دشوار گذار دیگر رساندہ لشکر را برائے تعاقب آنہا سرگردان سازد، نتوانست و دانست کہ بعد مفتوح گردیدن آن ملجا وماوائے مستقر الریاست آن واجب السیاست تمام مال و قبیلہ

[1] خافی خان صفحہ ۱۷۰ جلد دوم

دعیال بدسگال پامال مکافات کردار او خواہد گردید، لہذا چند نفر زبان فہم نزد راجہ جے سنگھ

براے التماس عفو تقصیرات و سپردن بعض قلعہ جات باقی ماندہ و ارادہ دیدن راجہ فرستاد،

(جلد دوم صفحہ ۱۰۰ و ۱۰۱)

مآثر الامرا میں لکھا ہی کہ قلعہ پورندر کے محاصرہ میں جب قلعہ کا ایک برج توپوں سے اُڑا دیا گیا تو دلیر خان نے فوج کو قلعہ کے برج پر چڑھا دیا، سیوا نے دیکھا کہ اب قلعہ پورندھر بھی فتح ہوا چاہتا ہے جس میں سیوا کے تمام اہل و عیال محصور تھے، مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی) مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۵۰ و ۵۱ تذکرہ دلیر خان) لیکن راجہ جے سنگھ کو سیوا کی مکاری کی وجہ سے اس کی باتوں پر اعتماد نہیں تھا، اس لیے حکم دیا کہ حملہ اور یورش کے سامان اور بڑھا دیئے جائیں، اتنے میں خبر پہنچی کہ سیوا قلعہ سے جریدہ نکلکر آرہا ہے، ساتھ ہی چند برہمن جو اس کے معتمد تھے، راجہ کے پاس پہنچے، اور نہایت عجز و زاری کے ساتھ سخت قسمیں کھائیں، خافی خان لکھتا ہی،

"راجہ نظر بر مکاری و عیاری او اغماض نمودہ براے یورش زیادہ از سابق تاکید فرمودہ

تا آنکہ خبر رسید کہ سیوا جریدہ از قلعہ فرود آمدہ و برہمنان معتمد او رسیدہ قسم ہاے شدید

بعجز و زاری تمام بمیان آوردند"

غرض جب اطمینان ہو گیا کہ سیوا عاجزانہ آتا ہے تو راجہ جے سنگھ نے اجازت دی اور ادیب راج اپنے منشی کو استقبال کے لیے بھیجا، لیکن چند مسلح راجپوت بھی ساتھ کر دیے، کہ سیوا سے ہوشیار رہیں، یہ بھی کہلا بھیجا کہ اگر خلوص کے ساتھ آتا ہے تو بے ہتھیار آئے ورنہ

اجازت ہو کر واپس چلا جائے، سیوا[1] جریدہ آیا، جے سنگھ نے مہربانی سے اٹھکر گلے لگایا، سیوا نے ہاتھ جوڑ کر کہا[2]، او ر گنہگار غلاموں کی طرح حاضر ہوا ہون، اب آپ کو اختیار ہے، مار دیجیے یا چھوڑ دیجیے" خافی خان کے الفاظ یہ ہین،

"بطریق بندہاے ذلیل مجرم رو بدین درگاہ آوردہ ام خواہی بخشش وخواہی بکش"

سیوا نے عرض کی کہ تمام بڑے بڑے قلعے پیش کش ہین میرا بیٹا سنبھاجی ملازمان شاہی مین داخل کیا جائے مین مطلق العنان کسی قلعے مین بسر کرون گا، لیکن جب کبھی ضرورت ہوگی فوراً حاضر ہون گا، جے سنگھ نے اطمینان دلایا اور دلیر خان کو کہلا بھیجا کہ محاصرہ اٹھا لیا جائے چنانچہ سات ہزار زن و مرد قلعہ سے باہر نکلے اور ان کو امان دی گئی، دلیر خان نے اپنی طرف سے تلوار جمدھر و دو عربی گھوڑے مع ساز طلائی سیوا کو عنایت کیے، اور اس کا ہاتھ جے سنگھ کے ہاتھ مین دیا، جے سنگھ نے خلعت، گھوڑا اور ہاتھی عطا کیا، دلیر خان نے اپنے ہاتھ سے سیوا کی کمر مین تلوار باندھی لیکن سیوا نے تھوڑی دیر کے بعد کھولکر رکھدی اور کہا کہ "مین بغیر ہتھیار کے خدمت گزاری کرون گا"

اس سے پہلے جے سنگھ نے سیوا کی معافی کے لیے دربار شاہی مین لکھ بھیجا تھا چنانچہ وہان سے فرمان اور خلعت آیا، سیوا کو پہلے خلعت اور فرمان کے قبول کرنے کے آداب سکھلائے گئے، چنانچہ فرمان کے استقبال کے لیے سیوا تین میل تک پیادہ گیا اور خلعت کے سامنے

---

[1] خافی خان، صفحہ ۱۸۱ جلد دوم، بے ہتھیار آنے کی شرط مآثر عالمگیری مین مذکور ہے،

[2] خافی خان صفحہ ۲۰۱ جلد دوم،

آداب بجالایا[1]،

سیوا نے ۳۵ قلعوں میں سے ۲۳ قلعے خدام شاہی کے حوالے کر دیے، سیوا کے بیٹے سنبھا کے لیے راجہ جے سنگھ نے پنجہزاری منصب کی سفارش کی تھی، چنانچہ وہ منظور ہوئی اور سنبھا کو فرمان شاہی عنایت ہوا، سیوا ۳ ذی الحجہ ۱۰۷۵ھ کو جے سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، اس وقت سے ابتک تلوار نہیں باندھتا تھا، لیکن ۲۰ ربیع الاول یعنی تقریباً چار مہینے کے بعد جے سنگھ نے اس کو ہتھیار لگانے کی اجازت دی اور مرصع تلوار عنایت کی،

اس موقع پر یہ بات بھی ذکر کے قابل ہے کہ، عالمگیر نے جب جے سنگھ کو سیوا کے استیصال کے لیے بھیجا تھا تو عادل شاہ والی بیجاپور کو لکھا تھا کہ وہ بھی اپنی فوجیں سیوا کے مقابلے کے لیے بھیجے، عادل شاہ نے بظاہر اس حکم کی تعمیل کی، لیکن وہ درحقیقت سیوا کے وجود کو پولٹیکل اغراض کے لیے ضروری سمجھتا تھا، اس لیے مخفی سیوا کو ہر طرح کی مدد دیتا تھا، اور قطب شاہ والی حیدر آباد کو بھی اس کی سفارش کی، مآثر عالمگیری میں اس واقعہ کو نہایت صراحت کے ساتھ لکھا ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں،

"فرمان کرامت عنوان بہ عادل خان عز صدور یافت کہ او نیز افواج خویش بسر آن بدکیش تعین نماید ... اگرچہ بظاہر چنین وا می نمود کہ بنابر امتثال امر اعلیٰ در دفع او ساعی است مخفی از لشکرہائے خود بمدد او ولایت آن مخذول تعین نمودہ بود، لیکن ازین جہت کہ دفع آن

[1] یہ تمام تفصیل خافی خان میں ہے،

بہ مہلو و قلع ریشۂ شان او را بالکلیہ از مقدمات خرابی حال خویش اندیشید و صواب چنان می دانست کہ آن مقہور میان عساکر منصور و اہل بیجاپور حایل باشد، و دین اوقات بنا بر مصلحت کار خود بالو نامہ و پیام وعہود و مواثیق سلسلہ جنبان یک دلی و موافقت گشتہ متفق و ہم داستان شدہ بود و منافی در مراتب امداد و معاونتش کوشیدہ، بتفویض اقطاعات و ارسال نقود و دیگر مایحتاج او را معاونت می کرد، و بدان تدبیر ناقص و اندیشہ واہی قطب الملک را تمیز ین دانستہ بود۔"[1]

کیا ان واقعات کے بعد بھی عالمگیر کا حملہ بیجاپور اور حیدر آباد پر بے وجہ کہا جا سکتا ہے، یہ ایک اتفاقی جملہ بیچ میں آگیا تھا، اب پھر ہم سیوا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں،

سیوا نے اطاعت قبول کی، تیئیس قلعوں کی کنجیاں حوالہ کیں، ۹ سنہ جلوس مطابق ۱۰۷۶ھ میں وہ پایۂ تخت یعنی آگرہ کو روانہ ہوا، شہر کے قریب پہنچا تو عالمگیر نے کنور رام سنگھ کو جو راجہ جے سنگھ کا بیٹا تھا مخلص خان کے ساتھ استقبال کے لیے بھیجا، سیوا دربار میں پہونچکر آداب بجالایا اور نذر پیش کی، عالمگیر نے اشارہ کیا کہ پنج ہزاری امرا کی قطار میں اس کو جگہ دی جائے لیکن سیوا کی توقعات اس سے زیادہ تھیں، اس نے ایک گوشہ میں جاکر رام سنگھ سے شکایت کی اور درد شکم کے بہانہ سے وہیں فرش پر لیٹ گیا، عالمگیر نے حکم دیا کہ فرودگاہ کو واپس جائے،

یورپین مورخین اور ان کے مقلدین نے عالمگیر کی ناعاقبت اندیشیوں اور غلط کاریوں

---

[1] مآثر عالمگیری صفحہ ۱۲۹ و ۱۳۰،

[2] مآثر الامرا، تذکرہ راجہ ساہو،

کی جو یادداشت مرتب کی ہے، اس کا پہلا نمبر یہین سے شروع ہوتا ہی، الفنسٹن صاحب گورنر بمبئی اپنی تاریخ ہند مین لکھتے ہین،

"اورنگ زیب کو یہ موقع حاصل تھا کہ سیواجی سے اطاعت بیعت لیتا اور نہایت سلوک سے پیش آکر اس سے فائدہ اٹھاتا، مگر جیسی کہ اس کی دلین دین و دولت کے معاملہ مین جنگ و تاریک تھین ویسے ہی تدبیر ملک مین پست و کوتاہ تھین، چنانچہ وہ اپنی طبیعت کو سیواجی کی یکایک تذلیل و اہانت سے روک تھام تو سکا مگر اپنے تعصبون سے بالکل کنارہ کش نہو سکا، حاصل یہ کہ جب سیواجی دہلی کے متصل پہونچا تو ایک کمتر درجہ کا سردار اس کی پیشوائی کو جے سنگہ کے بیٹے رام سنگہ کے ساتھ بھیجا گیا، اور جب وہ خود دربار مین حاضر ہوا تو بات اسکی نیچی ہو گئی، یہان تک کہ سیواجی نے کمال ادب سے پیشکشین پیش کین اور غالباً یہ چاہا کہ دستور کے موافق تعریف و شکر کے نعرے ادا کر کے بخضوع و خشوع تخت کی طرف کو آگے بڑھے مگر جب اس نے یہ دیکھا کہ بادشاہ نے کچھ توجہ نفرمائی اور بلا امتیاز تیسرے درجے کے سردارون[1] مین اسکو کھڑا کیا تو وہ اپنے رنج و غیرت کو روک نہ سکا، چنانچہ غصہ اور حمیت کے مارے رنگ اس کا پلٹ گیا، اور درباریون کی صف سے کچھ پیچھے ہٹا اور غش کھا کر زمین پر گر پڑا، بعد اسکے جب ہوش اسکے ٹھکانے آئے تو رام سنگہ کو اسکے باپ کے دھوکہ دہی اور وعدہ خلافی پر بُرا بھلا کہا اور چل بسا مگر بادشاہ کے ملازمون سے یہ درخواست پیش کی کہ اب مناسب یہی کہ جیسا غیر بات کو ملک مین ہتیار رہا ہی مجھکو بھی خاک مین ملا دین یعنی جب آبرو گئی تو جان کی کیا پروا ہے"۔

[1] ترجمہ تاریخ الفنسٹن صاحب مطبوعہ علی گڈہ، صفحہ ۱۰۵۲ و ۱۰۵۳

لین پول، افرایہ، برنیر وغیرہ یورپین مصنفین نے بھی اسی کے قریب لکھا ہے،

بعض یورپین مورخوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بعد عالمگیر نے سیواجی کو قید کیا اور اس پر پہرے بٹھادیے، اس بحث کے تصفیہ مین امور ذیل تنقیح طلب ہین،

۱، جو برتاؤ سیواجی کے ساتھ کیا گیا، کیا تحقیر اور اہانت کی غرض سے تھا،

۲، کیا سیواجی قید کر لیا گیا تھا،

۳، اگر سیواجی کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا تو کیا وہ مطیع بنجاتا

۴، اس واقعہ کے متعلق یورپین اور مسلمان مورخون مین سے کسکی شہادت زیادہ معتبر ہے،

اس امر کو سب مورخین تسلیم کرتے ہین کہ سیواجی کی پیشوائی کے لیے رام سنگھ اور مخلص خان بھیجے گئے تھے، رام سنگھ راجہ جے سنگھ کا بیٹا تھا جو امراے عالمگیری مین سب سے زیادہ ممتاز اور سپہ سالار لشکر تھا، رام سنگھ شاہ جہان کے ۱۹ سنہ جلوس مین پانچ سو سوارون کے ساتھ دربار مین آیا تھا اور اس کو ہزاری منصب اور خلعت عطا ہوا تھا، ۲۰ سنہ جلوس شاہجہانی مین اسکا منصب سہ ونیم ہزاری تک پہنچا، عالمگیر کے زمانہ مین وہ معتمد خاص رہا، یہان تک کہ سلیمان شکوہ کے لانے کے لیے عالمگیر نے اسی کو راجہ جے سنگھ کا قایم مقام بنا کر بھیجا تھا، سیواجی کی اطاعت کی جس دن خبر آئی عالمگیر نے اس کو زیور مرصع، ہاتھی اور خلعت عطا کیا، چونکہ سیواجی راجہ جے سنگھ کے توسط اور ضمانت سے دربار مین آیا تھا، اس لیے اس کے استقبال کے لیے رام سنگھ سے زیادہ کون موزون ہو سکتا تھا جو اپنے باپ کا فرزند رشید اور اس کا قایم مقام تھا،

لـه، رام سنگھ کا مفصل و مستقل تذکرہ مآثر الامرا مین مذکور ہے،

مخلص خان اس کے ساتھ اس لیے بھیجا گیا تھا کہ یہ خیال ہو کہ ہندوپن کے تعصب سے کوئی مسلمان درباری نہیں بھیجا گیا،

الفنسٹن صاحب کی اس چالاکی کو دیکھو کہ استقبال کا اصلی ممبر مخلص خان کو قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رام سنگھ اس کے ساتھ بھیجا گیا تھا، حالانکہ تمام تاریخوں میں رام سنگھ کا نام مقدم رکھا گیا ہے،

سیواجی کو جو منصب عطا ہوا وہ پنج ہزاری تھا، جس کو الفنسٹن صاحب اپنی کتاب کے نوٹ میں تیسرے درجہ کا منصب قرار دیتے ہیں لیکن ہمارے نامور مورخ کو یہ معلوم نہیں کہ خود راجہ جے سنگھ کا منصب اس وقت تک پنجہزاری سے زیادہ نہ تھا اس فتح عظیم کے صلہ میں جب اس کے منصب پر دو ہزار کا اضافہ ہوا ہے تب جا کر وہ ہفت ہزاری ہوا ہے، آثر عالمگیری میں ہے؛

"نوزدہم ذیحجہ کہ خبر فتح قلعہ پورندھر و کیفیت آمدن سیوا بہ مسامع جاہ و جلال رسید دو ہزار سوار از تابینان او دو اسپہ سہ اسپہ مقرر فرمودہ منصبش از اصل و اضافہ ہفت ہزاری ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ باشد"[1]

راجہ جے سنگھ ریاست جے پور کا رئیس، دربار عالمگیری کا سب سے معزز سردار اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ سیواجی کا فاتح اور سرشکن تھا، کیا ہمارے یورپین دوست یہ چاہتے ہیں کہ ایک مفتوح باغی ایک فاتح حکمران کا ہمسر بنا دیا جاتا،

راجہ جے سنگھ پر موقوف نہیں خود وزیر اعظم فاضل خان کا منصب پنجہزاری سے زیادہ نہ تھا

[1] عالمگیر نامہ کاظم شیرازی صفحہ ۹۰۰،

مہارانا اُودے پور سے زیادہ ہندوستان مین کوئی راجہ معزز نہ تھا، لیکن
جب اس خاندان نے دربار شاہی سے ربط پیدا کیا تو جہانگیر نے رانا کرن کو یہی پنجہزاری منصب دیا، اس کے بعد رانا راج سنگھ کو دربار عالمگیری سے یہی منصب حاصل ہوا چنانچہ راجہ کرن کے تذکرہ مین ماٰثر الامرا کے مصنف نے یہ تمام واقعات صریح لکھے ہین، کیا سیواجی اُودے پور کے مہارانون سے بھی زیادہ معزز درجہ رکھتا تھا، ان سب کے علاوہ خود سیواجی کے باپ ساہوجی نے سنہ جلوس مین جب شاہ جہان کے دربار مین رسائی حاصل کی ہو تو شاہجہان نے اس کو یہی پنجہزاری منصب عطا عنایت[1] کیا تھا،

سیواجی کی اطاعت کا سلطنت پر کیا احسان تھا؟ شاہی فوجون نے اس کے تمام علاقے فتح کر لیے تھے، وہ قلعہ مین چارون طرف سے گھر چکا تھا اس کے خاص صدر نشین قلعے کے برجون پر شاہی فوج کا پھریرا اُڑ چکا تھا ان مجبوریون سے وہ ہتھیار رکھکر غلامون کی طرح آیا اور دربار مین روانہ کیا گیا، تاہم اس کے استقبال کے لیے عالمگیر نے دربار مین سب سے زیادہ جو شخص موزون ہو سکتا تھا، اس کو بھیجا، پنجہزاری امرا کی صف مین جو خود راجہ جے سنگھ کا منصب تھا اس کو جگہ دی، اس سے زیادہ وہ اور کیا چاہتا تھا؟ کیا شہنشاہ ہند ایک مفتوح رہزن کے لئے تخت سے اُتر آتا؟ بے شبہہ یورپ اس قسم کی جھوٹی اور مکارانہ خوشامدون کی مثالین پیش کر سکتا ہے، لیکن اسلام سے اس کی توقع نہین رکھنی چاہیے،

منصب کی بحث چھوڑ کر سیواجی کا جو اعزاز کیا گیا اس کی کیفیت ماٰثر عالمگیری کی عبارت

---

[1] ماٰثر الامرا جلد دوم صفحہ ۳۳۴،

ذیل سے معلوم ہوگی،

"چوں بہ بارگاہ خلافت رسیدہ کامیاب تقبیل سدۂ سنیہ گردیدہ و بعد از تقدیم آداب ملازمت پادشارہ والا بہ نیابت قرب و منزلت بار یافت و در مقامے مناسب کہ جائے مقربان پیش گاہ دولت بود با امرائے نامدار و نوئینان رفیع مقدار دوش بدوش ایستاد"

جس کتاب کی یہ عبارت ہو وہ خاص عالمگیر کے حکم سے روزنامچہ کے طور پر لکھی گئی ہو اور عالمگیر کو اس کا مسودہ دکھلا کر منظور کرا لیا جاتا تھا، اس بنا پر یہ الفاظ گویا عالمگیر کی زبان کے ہین ان الفاظ مین صاف تصریح ہے کہ سیوا کو دربار مین وہ جگہ دی گئی جو مقربان دولت اور امرائے نامدار کی جگہ تھی، اگر عالمگیر سیواجی کی تحقیر چاہتا تو اپنے روزنامچہ مین یہ کیون لکھواتا کہ اس کی توقیر اور عزت کی گئی، دربار مین جو کچھ ہوا وہ ایک وقتی کارروائی تھی جو گھنٹہ دو گھنٹہ سے زیادہ نہین رہ سکتی تھی، لیکن تاریخ کی عمر قیامت کے دامن سے بندھی ہے، اس لیے اگر عالمگیر کو سیوا کی تحقیر مقصود ہوتی تو کیا وہ پسند کرتا کہ گھڑی دو گھڑی کے لیے اس کو ذلت دے اور قیامت تک کے لیے اسکی توقیر اور عزت کا واقعہ تاریخ مین درج ہو جائے،

یورپین مورخون کی سند خافی خان کا بیان ہے جس نے ناراضی کے حسب ذیل اسباب بتلائے ہین،

۱، سیواجی کے بیٹے کو اس سے پہلے پنجہزاری منصب عطا ہو چکا تھا، اس لیے باپ کی عزت بیٹے سے زیادہ ہونی چاہیے تھی،

۲، جے سنگھ نے جو اس کو امیدین دلائی تھین بادشاہ کی طرف سے اسکا اظہار نہین ہوا،

٣، اس کا استقبال اس شان سے نہیں ہوا جو اس کے خیال میں تھا،

استقبال کے متعلق تو ہم پہلے لکھ چکے ہیں، باقی دو اعتراض توجہ کے قابل ہیں،

اصل سوال یہ ہے کہ راجہ جے سنگھ نے سیوا کی نسبت کیا سفارش کی تھی جسکی بنا پر سیوا نے دربار میں جانا منظور کیا تھا، عالمگیر نے اس سفارش کو منظور کیا یا نہیں اور جو امیدیں سیوا کو دلائی تھیں وہ عالمگیر کی طرف سے پوری کی گئیں، یا نہیں؟

اس بات پر تمام مورخین متفق ہیں کہ جب سیوا دربار سے ناراض ہو کر چلا آیا تو عالمگیر نے حکم دیا کہ راجہ جے سنگھ کو کیفیت واقعہ سے اطلاع دیجائے، وہاں سے جو جواب آئے اس پر عمل کیا جائے خود خافی خان لکھتا ہے،

"حکم شد کہ حقیقت بہ راجہ جے سنگھ نوشتہ تا رسیدن جواب کہ آنچہ مصلحت صواب دیدہ دانند بعمل آید سیوا بہ مجرا نہ آید"

مآثر عالمگیری میں ہے،

"منشور متضمن این کیفیت بہ راجہ جے سنگھ اصدار یافت کہ آنچہ صلاح دانستہ معروض دارد تا با او معاملہ رود"

جے سنگھ نے جو جواب بھیجا وہ صرف اس قدر تھا، کہ اس کا جرم معاف کر دیا جائے،

مآثر عالمگیری میں ہے،

"درین اثنا عرضداشت راجہ جے سنگھ نیز رسید کہ با عہد و قول درمیان آوردہ ام گذشتن از جرم آن مخذول باکثر مصالح اقرب است"

چنانچہ اس عرضی کے آنے کے بعد سیوا کی نگرانی کا جو حکم تھا اٹھا لیا گیا، اور وہ مطلق العنان کر دیا گیا،

مین نے بنارس مین ایک مشہور کایست خاندان کے ھان ایک قلمی بیاض دیکھی جس مین راجہ جے سنگھ کے وہ خطوط ہین جو اس نے سیوا کے معاملات اور مہمات کے متعلق عالمگیر کو لکھے تھے، ایک خط خاص اس معاملہ کے متعلق ہے، یہ خط ایشیائی عام طریقے کے موافق بہت لمبا چوڑا ہے، لیکن تمام خط مین یہ کہین نہین کہ مین نے سیوا سے ہفت ہزاری منصب کا وعدہ کیا تھا، اس قسم کی اور کوئی خواہش مذکور ہے، صرف اس قدر ہے کہ اس کی خاطرداری کیجائے،

تمام موافق اور مخالف مورخون نے لکھا ہے کہ راجہ جے سنگھ نے سنبھاجی (فرزند سیواجی) کے لیے پنجہزاری منصب کی سفارش کی تھی وہ منظور ہوئی، اسی طرح نیتوجی (سیواجی کا داماد اور سپہ سالار لشکر) کے متعلق پنجہزاری کی سفارش راجہ جے سنگھ نے کی اور وہ منظور ہوئی،

جب یہ مسلم ہو کہ جے سنگھ کی سفارشین سنبھاجی وغیرہ کی نسبت پوری پوری منظور ہوئین، جب یہ مسلم ہو کہ کوئی مورخ کنایۃً بھی یہ دعوی نہین کرتا کہ جے سنگھ نے سیواجی کے لیے ہفت ہزاری وغیرہ منصب کی سفارش کی تھی، جب یہ مسلم ہے کہ اس واقعہ کے بعد جب عالمگیر نے جے سنگھ سے حقیقت حال اور صلاح پوچھی تو اس نے صرف عفو تقصیر اور استمالت کی درخواست کی، تو بداہتہً ثابت ہو کہ سیوا سے ہفت ہزاری وغیرہ کا کوئی وعدہ نہین کیا گیا تھا، نہ کوئی امر وعدہ کے خلاف عمل مین آیا، اسی بنا پر جے سنگھ نے صرف یہ درخواست کی کہ سیوا کی گستاخی جو اس سے

دربار میں سرزد ہوئی معاف کردیجائے، چنانچہ کوتوال کو جو حکم دیا گیا تھا کہ سیوا جی کی نگرانی رکھی جائے وہ اُٹھا لیا گیا،

خافی خان کا یہ اعتراض کہ سنبھاجی کو جو منصب عطا ہوا تھا سیوا کو اس سے زیادہ عطا ہونا چاہیے تھا، بظاہر لگتی ہوئی بات ہو لیکن واقعہ یہ ہے کہ دربار تیموری میں اکثر ایسا ہوتا تھا کہ باپ بیٹے کو ایک درجے کا منصب عطا کیا جاتا تھا، اور چونکہ ابتداءً کسی شخص کو پنجہزاری سے زیادہ منصب نہیں ملسکتا تھا، اس لیے سیوا کو بھی پہلے پہل یہی منصب دیا جاسکتا تھا، جن لوگوں کو ہفت ہزاری اور دہ ہزاری وغیرہ منصب ملے ہیں سب ترقی کرتے کرتے اس درجہ تک پونچے ہیں یہ قاعدہ کلیہ سیوا کے لیے توڑا نہیں جاسکتا تھا،

یورپین مورخین کا یہ دعوے کہ اگر سیوا سے اچھا برتاؤ کیا جاتا تو وہ حلقہ بگوش بنجاتا، کس قدر تاریخی شہادتوں کے خلاف ہی، سیوا کی تمام زندگی میں پابندی عہد کا کونسا واقعہ ہی؟ افضل خان کا دغابازانہ قتل، بیجاپور اور گلکنڈہ کے ساتھ مکارانہ سازشیں، شہروں اور قصبوں پر غفلت اور بیخبری میں چھاپے مارنا، کیا ان واقعات سے اسی قسم کے نتائج کی امید ہوسکتی ہے،

شدم آگاہ و نبود از خوی آن بیداد گر وحشی اگر بعد از وفا این کار ہا کردی چہ می کردم

پچھلے بیانات سے اس قدر تو قطعاً ثابت ہوگیا کہ مرہٹوں کو عالمگیر نے نہیں چھیڑا تھا، بلکہ شاہجہان کو زمانے میں وہ اس قدر قوت پکڑ چکے تھے کہ شاہجہان کو تمام اپنی قوت ان کے مقابلہ میں صرف کردینی پڑی تھی، اور اس نے اس مہم کے سر کرنے کے لیے خود دکن کا سفر کیا تھا، یہ بھی واضح ہوچکا کہ عالمگیر کی فوج نے سیوا کو اس قدر دست پاچہ کردیا تھا کہ وہ ہتھیار کے بغیر سپہ سالار

کے پاس حاضر ہو گیا، یہ امر بھی تمام تاریخی شہادتوں سے فیصل ہو چکا کہ عالمگیر نے سیوا کے ساتھ جو برتاؤ کیا وہ کسی طرح سیوا کے مرتبہ اور شان کے خلاف نہ تھا، اب گفتگو اس میں ہے کہ کیا سیوا نے اپنی قوت قایم کر لی اور اخیر تک عالمگیر کا حریف مقابل رہا اور اس کے مرنے کے بعد اس کے جانشینوں نے عالمگیر کی سلطنت کا سارا نظام درہم برہم کر دیا،

تمام یورپین مورخوں کا بیان ہے کہ عالمگیر مرہٹوں کے مقابلہ سے بالکل عاجز آ گیا تھا، یہانتک کہ اس نے مرہٹوں کو چوتھ یعنی دکن کے چھ صوبوں کی چوتھائی آمدنی دینی منظور کر لی تھی، الفنسٹن صاحب اگرچہ چوتھ دینے کے واقعہ سے منکر ہیں، تاہم لکھتے ہیں "کہ اورنگ زیب کے سرداروں کے تغیر و تبدل سے سیوا جی کو بہت بڑا فائدہ حاصل ہوا، اس لیے کہ راجہ جسونت سنگھ شاہزادہ معظم کی طبیعت پر حاوی اور بادشاہ کی نسبت ہندوؤں کا زیادہ خیر خواہ تھا، علاوہ اس کے لوگوں کو یہ بھی یقین کامل تھا کہ وہ بھی لالچی ہے اور روپیہ کی بات تھوڑی بہت مانتا ہے، غرضکہ ان وسیلوں سے سیوا جی نے رفیق اس کو بنایا اور نتیجہ یہ مرتب ہوا کہ اس کی اور شاہزادہ معظم کی تائید و اعانت سے ایسی عمدہ عمدہ شرطوں پر بادشاہ سے آشتی کی کہ وہ اس کی توقع سے خارج تھیں، چنانچہ بہت سا ملک اس کا اس کو واپس دیا گیا اور صوبہ برار میں اس کو جاگیر عنایت کی گئی اور راجائی کا خطاب اس کا تسلیم کیا گیا، اور سارے قصوروں سے چشم پوشی برتی گئی[1]"

مفصل بحثوں سے پہلے ہم دکھلاتے ہیں کہ یورپین مورخ کس طرح واقعہ کی اصلی

[1] ترجمہ تاریخ الفنسٹن صاحب مطبوعہ علی گڈہ صفحہ ۱۰۵،

حیثیت بدلکر دوسرے قالب مین ڈھال لیتے ہین،

واقعہ یہ ہے کہ جب سیوا جاگ کر دکن پہونچا اور سنہ جلوس مین معظم شاہ ہمراہی جسونت سنگھ دکن کی صوبیداری پر مامور ہوا تو سیواجی نے جسونت سنگھ کے پاس پیغام بھیجا کہ مین اپنے بیٹے سنبھاجی کو بھیجتا ہون اس کو فوج مین کوئی عہدہ عنایت کیا جائے، جسونت سنگھ نے یہ درخواست منظور کی، سیواجی نے سنبھا کو ایک ہزار فوج کے ساتھ شاہزادہ معظم شاہ کی خدمت مین بھیجا، چونکہ سنبھاجی کو پہلے بھی پنجہزاری منصب عالمگیر کے دربار سے مل چکا تھا اور سیواجی کے نظر بند ہونے کی حالت مین بھی وہ دربار کی حاضری سے روکا نہین گیا تھا، بلکہ روزانہ حاضر ہوکر مجرا بجالاتا تھا، اس لیے معظم شاہ نے سنبھا کو پنجہزاری منصب عنایت کیا اور صوبہ برار مین اس کو جاگیر عنایت کی،

مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۳۴۲ مین ہے،

"بعد رسیدن بادشاہزادہ بمہاراجہ جسونت سنگھ پیغام کرد کہ سنبھا پسر خود را می فرستم بمنصب سرفراز شود و با جمعیت بکار سرکار پردازد پس از پذیرا شدن این معنی پسر خود را با پرتاب راو نامی کار پرداز و جمعیت یک ہزار سوار فرستادہ بعد ملازمت بمنصب پنجہزاری پنجہزار سوار و عطای فیل با یراق مرصع و تیول در صوبہ برار وغیرہ سربلندی یافت"

یہی عبارت ہو جس سے الفنسٹن صاحب نے واقعات مذکورۂ بالا اخذ کیے ہین لیکن اس سے کس رنگ آمیزی سے کام لیا ہے، سیواجی نے اطاعت کی درخواست کی اور اپنے بیٹے کو ملازمت مین بھیجا، درخواست منظور ہوئی اور عہدہ بحال ہوا، عہدہ کی

بحالی اور جاگیر کا عنایت ہونا دربار کی معمولی باتین تھین، سیکڑون عہدہ دار جرم کرتے تھے، برطرف ہوتے تھے پھر معافی مانگ کر بحال ہوتے تھے اور ان کے منصب و جاگیر واپس ملتے تھے، اس مین غیر معمولی اور غیر متوقع کیا بات ہے؟ لیکن الفنسٹن صاحب فرماتے ہین کہ "ایسی ایسی عمدہ شرطون پر بادشاہ سے آشتی کی کہ وہ اس کی توقع سے خارج تھین" غیر متوقع شرطین کیا تھین؟ وہی عہدہ کی بحالی اور جاگیر، راجائی کے خطاب کا مآثر الامرا مین ذکر نہین، لیکن ہوتا بھی تو کیا؟ راجائی کا خطاب دربار مین چھوٹے چھوٹے عہدہ دارون تک کو ملتا تھا سنبھاجی کو بھی یہی خطاب ملا تھا، لیکن الفنسٹن صاحب اسی خطاب کو اس حیثیت سے ظاہر کرتے ہین کہ گویا سنبھاجی رئیس خودمختار تسلیم کیا گیا، ان سب کے علاوہ راجائی کا خطاب سنبھاجی کو عطا ہوا تھا، الفنسٹن صاحب اس کو سیواجی کی طرف منسوب کرتے ہین، سنبھاجی کو صرف جاگیر عطا ہوئی تھی، جو معمولاً عہدہ دارون کو عطا ہوا کرتی تھی، الفنسٹن صاحب فرماتے ہین کہ "اس کا ملک اس کو واپس ہوا" گویا عالمگیر نے اس کا صاحب ملک ہونا تسلیم کر لیا تھا، غور کرو ایک ذرا سی عبارت کے مطلب مین الفنسٹن صاحب نے کس قدر تصرفات کیے اور کس قدر تو بر تو تحریفات،

چوتھا یہ واقعہ ہے کہ دکن مین ایک مدت سے قاعدہ چلا آتا تھا اور زمانہ حال تک باقی تھا کہ تحصیلدار اور کلکٹر کے بجائے دیسکھ ہوتے تھے، یہ مالگزاری وصول کر کے سرکار مین داخل کرتے تھے اور ان کو رقم موصولہ کا دسوان حصہ یا اس سے زائد ملتا تھا، سیواجی اور اس کے جانشین سنبھاجی اور رام راجا جب مر گئے تو تارا بائی نے جو رام راجا

کی زوجہ اور نہایت بہادر اور صاحب حوصلہ تھی مدت تک شورش اور فساد کا سلسلہ قایم رکھا، لیکن بالآخر عاجز آکر یہ درخواست کی کہ نو روپیہ فی صدی پر دیسکھی کا منصب عطا کیا جائے لیکن عالمگیر نے منظور نہ کیا، خافی خان لکھتا ہے

"در اواخر عہد خلد مکان (عالمگیر) ہر چند وکلاے تارا بائی رانی کہ زن رام راجا باشد و بعد فوت شوہر تا دہ دوازدہ سال دم مخالفت با بادشاہ می زد التماس مصالحہ بشرط عطا شدن سردیسکھی ششش صوبہ دکن بدستور بہ سہ صد نہ روپیہ رجوع آوردہ بود بادشاہ مغفور از غیرت اسلام و بمیان آوردن بعض سبب قبول نہ نمود، (خافی خان صفحہ [1])

الفنسٹن صاحب بھی باوجود سخت مخالفت کے تسلیم کرتے ہین کہ عالمگیر نے مرہٹون کو چوتھ وغیرہ دینا منظور نہین کیا، چنانچہ لکھتے ہین،

"اب بادشاہ کا حال ایسا چلا ہو گیا تھا کہ کام بخش کے بہلانے پھسلانے سے آشتی کا خواہان ہوا یہان تک کہ اگر مرہٹون کی بیہودہ درخواستون اور ناشایستہ حرکتون سے آشتی کی لکھا پڑھی منقطع نہ ہوتی تو گمان غالب تھا کہ ساہو کو قید سے رہائی بخشتا اور دکن کے محاصل سے فی صدی سالانہ اس طرح عنایت کرتا کہ اس کی بات کو بٹہ نہ لگتا" صفحہ ۱۱۲،

عالمگیر کے بعد ۱۱۱۹ھ بزمانہ بہادر شاہ راجہ ساہو کے وکیل نے ذوالفقار خان کے ذریعہ سے سردیسکھی کے سند کی درخواست کی، بہادر شاہ نے منظور بھی کر لی، لیکن خود مرہٹون کے آپس کی نااتفاقی کی وجہ سے ملتوی رہ گئی، مولوی غلام علی آزاد نے خزانہ

---

[1] خافی خان صفحہ ۶۲۶ و ۶۲۷

عامرہ مین غلطی سے لکھ دیا ہے کہ عالمگیر نے سند لکھدی تھی، لیکن پھر اسکی راے پھر گئی، آزاد کی عبارت یہ ہے،

"آخر رای بادشاہ برگشت و میر منشی را کہ ہنوز اسناد حوالۂ غنیم (مرہٹہ) نکردہ بود بحضور طلبید [۱]"

آزاد کا بیان اگرچہ تمام مورخون کے خلاف ہے تاہم اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ بالآخر عالمگیر نے مرہٹون کی درخواست منظور نہین کی، ان شہادتون کے مقابلہ مین یورپین مورخون کا بیان کس قدر تعجب انگیز ہے، لیکن اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو سردیسکھی کا عہدہ رعایا اور ماتحتون کو دیا جاتا ہے، بالکل اس طرح جس طرح یہان انگریزی گورنمنٹ سے پہلے چودھری اور مکھیا ہوتے تھے، آج بھی دکن مین سیکڑون دیسکھ موجود ہین، لیکن یورپین مورخون نے اسکی تعبیر اس طرح کی کہ آج تمام تعلیم یافتہ یہ سمجھتے ہین کہ عالمگیر نے دبکر بطور خراج یا ٹکس کے مرہٹون کو یہ رقم دینی منظور کر لی تھی، ان واقعات سے قیاس ہو سکتا ہے کہ صرف ایک لفظ کے مفہوم بدل دینے سے تاریخ کا رخ کسطرح بدل جاتا ہے،

چوتھ یا دہ یکی کا منظور کرنا تو محض افترا ہے تاہم اس سے اصل بحث کا فیصلہ نہین ہوتا، مخالف کہ سکتا ہے اور کہتا ہے کہ گو عالمگیر نے کوئی رقم دینی منظور نہ کی ہو، لیکن مرہٹون نے اس کی سلطنت کے ارکان متزلزل کر دیئے تھے، الفنسٹن صاحب لکھتے ہین،

"جون جون کہ مرہٹے اورنگ زیب کی طرح اکبر کے قریب آتے گئے اسی قدر اسکی مشکلات زیادہ ہوتی گئین یہان تک کہ کبھی کبھی وہ اس لشکر تک لوٹتے مارتے آتے تھے،

[۱] خزانۂ عامرہ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۴۴،

اور رسدون کو کاٹتے تھے اور مویشیون کو سامنے سے اُٹھانے جاتے تھے اور چرکنون کو مار ڈالتے تھے، اور ایسا تنگ پکڑا تھا کہ جب تک قوی محافظون کا گروہ ہمراہ نہوتا تھا تب تک اکیلا دوکیلا چھاؤنی سے باہر نہین جاسکتا تھا اور اگر کوئی معمولی ٹکڑا فوج کا کُمک دوت وبک کے لیے روانہ کیا جاتا تھا تو وہ لوگ اس کو مار پیٹ کر بھگاتے تھے یا بالکل تباہ کردیتے تھے "

" عالمگیر کا پچھلا جنگی کام یہ تھا کہ وہ احمدنگر کو لوٹا اور لوٹنے کا حال اس کی ہاری تھکی اور ٹوٹی پھوٹی فوج سے سمجھا جاسکتا ہے، چنانچہ لشکر کی بیحد بھاری افسردگی پژمردگی اور بے انتظامی سے پیچھے کو لوٹتی تھی اور بندوقچیون کی متواتر گولی چلانے سے کان انکے بہرے ہوگئے تھے اور بھاگنے والون کے دھاوؤن اور للکارون سے بہت گھبرا گئے تھے، اور ہر وقت ان کو یہی کھٹکا رہتا تھا کہ اب مرہٹون کی طرف سے عام دھاوا ہوگا اور ہماری بربادی بکمال کو پونچے گی "

ان واقعات کے طے کرنے کے لیے ہم کو پہلے سیواجی اور اس کے جانشینون کی مختصر تاریخ پیش نظر رکھنی چاہیئے،

سیواجی جب اکبرآباد سے نکلکر دکن پونچا تو ریاست گولکنڈہ کی اعانت سے شاہی علاقون پر غارتگری شروع کی اور متعدد قلعون پر قابض ہوگیا، عالمگیر نے اس کی تنبیہ کے لیے وقتاً فوقتاً فوجین متعین کین جو کبھی فتح پاتی تھین اور کبھی شکست کھاتی تھین بالآخر ۲۳ سنہ جلوس مطابق ۱۰۹۰ھ مین سیوا نے وفات[1] پائی، سیوا

---

[1] خافی خان صفحہ ۱۷۱

کے بعد اس کا بیٹا **سنبھاجی** جانشین ہوا، اس نے برہان پور پر دفعۃً حملہ کرکے نہایت سفاکی و بے دردی سے تمام شہر کو لوٹا اور شہر مین آگ لگا دی، علما اور مشائخ برہان پور نے ایک محضر تیار کرکے **عالمگیر** کے پاس بھیجا کہ یہ ملک اب دار الحرب ہوگیا، اور اب یہان جمعہ اور جماعت جائز نہین،

عالمگیر نے ابتک مرہٹون کی شرارتون پر چندان توجہ نہین کی تھی، لیکن اس واقعہ نے اس کو متاثر کیا اور محضر کے جواب مین لکھا کہ مین خود آتا ہون سنہ ۲۵ جلوس مین وہ دکن کو روانہ ہوا اور اورنگ آباد مین قیام کرکے اپنے بڑے بیٹے **معظم شاہ** کو مرہٹون کے استیصال کے لیے روانہ کیا، **معظم شاہ** کوکن کے تمام علاقون کو پامال کرتا ہوا انتہا ے حد تک پہنچ گیا لیکن آب وہوا کی رداءت اور رسد کی نایابی کی وجہ سے ہزارون آدمی اور مویشی تباہ ہوگئے اور بالآخر **عالمگیر** نے اس کو واپس بلالیا، اس کے بعد وقتاً فوقتاً فوجین متعین ہوتی رہین، لیکن چونکہ **سنبھاجی** کو بیجاپور اور حیدرآباد سے مدد ملتی رہتی تھی، **عالمگیر** نے مرہٹون کی طرف سے توجہ ہٹا کر حیدرآباد کی طرف رُخ کیا، اور اس کو فتح کرکے ممالک مقبوضہ مین داخل کرلیا،

اس مہم سے فارغ ہوکر سنہ ۳۲ جلوس مطابق سنہ ۱۱۰۰ھ مین **مقرب خان** کو سنبھا کے استیصال کے لیے روانہ کیا، **مقرب خان** نے کولاپور مین پہونچکر مقام کیا، یہان اس کو خبر لگی کہ **سنبھا** دو تین ہزار سوارون کے ساتھ سنگمیز مین مقیم ہے، اگرچہ یہ مقام کولاپور سے ۵۰ کوس کے فاصلے پر تھا اور راستہ اس قدر دشوار گذار تھا کہ جابجا **مقرب خان** کو گھوڑے سے اتر کر پیادہ چلنا پڑتا تھا، تاہم اس تیزی سے یلغار کرتا ہوا پہونچا کہ **سنبھا** خبردار بھی نہونے پایا اور

مقرب خان نے اس کو جالیا، چونکہ مقرب خان کے ساتھ صرف دو تین سو سوار تھے، سنبھا نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور مع اہل وعیال کے زندہ گرفتار ہوا، چونکہ سنبھا سخت سفاک اور ظالم تھا اور نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو بھی اس کی سفاکیوں اور بیرحمانہ غارتگریوں سے نالان تھے، اس لیے جب اس کی گرفتاری کی خبر مشہور ہوئی تو تمام ملک مین خوشی کے غلغلے بلند ہوئے، جب وہ پابہ زنجیر عالمگیر کے دربار مین روانہ کیا گیا تو راہ مین جدھر گذر ہوتا تھا شریف عورتین تک گھرون سے نکل آتی تھین اور خوشیان کرتی تھین، خافی خان لکھتا ہے،

"از زنان مستورات گرفتہ تا مردان دست وپا باختہ از خوش وقتی این خبر خواب نمودہ تا دو منزل
بہ تماشا برآمدہ شکر گویان استقبال نمودہ بودند، و در ہر قصبہ و دیہات سرِ راہ و اطراف
ہر جا خبری رسید کہ اہل شادی نواختہ می گردید و ہر جا گذری نمودند، در و بام پر از زن و مرد گشتہ
شادی کنان تماشامی نمودند"

غرض سنبھا عالمگیر کے دربار مین حاضر کیا گیا اور چونکہ اس نے رو برو عالمگیر کو سخت گالیان دین عالمگیر نے اس کی زبان کاٹنے کا حکم دیا پھر آنکھین نکلوا کر قتل کر دیا گیا، اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عالمگیر کے پچاس برس کی حکومت کا صرف یہ ایک مستثنیٰ واقعہ ہے ورنہ اس نے کبھی کسی کو اس قسم کی وحشیانہ سزا نہین دی،

سنبھا کے ساتھ اس کا بیٹا ساہو اور اس کی مان بھی گرفتار ہوئی تھی، عالمگیر نے اس موقع پر ایسی فیاضی دلی اور وسعت حوصلہ سے کام لیا جس کی نظیر تاریخون مین بہت کم مل سکتی تھی، اس نے ساہو کو جو سات آٹھ برس کا لڑکا تھا ہفت ہزاری کا منصب اور راجہ کا خطاب دیا

اور اس کی سرکار قایم کر کے دیوان اور بخشی مقرر کیے اور حکم دیا کہ اس کا خیمہ ہمیشہ شاہی خیمہ کے ساتھ ایستادہ کیا جائے، اس کے چھوٹے بھائیون یعنی مدن سنگھ اور اودھو سنگھ کی بھی اسیطرح قدر افزائی کی

بے شبہہ یہ بڑی فیاضی کا کام تھا لیکن دوراندیشی سے دور تھا خافی خان نے سچ لکھا کہ یہ افعی کشتن و بچہ نگہداشتن تھا[1]

ہندوؤن کے مذہب مین قید کی حالت مین کھانا نہین کھاتے اس بناپر ساہو صرف مٹھائی اور میوہ جات پر بسر کرتا تھا، عالمگیر کو یہ حال معلوم ہوا تو حمید الدین خان کو بھیجا کہ جاکر ساہو سے کہو کہ "تم قید مین نہین بلکہ اپنے گھر مین ہو اس لیے تم کو بے تکلف کھانا چاہیے[2]"

عالمگیر کو اس کے مخالف متعصب اور تنگ دل کہتے ہین، لیکن اگر تعصب اسی کا نام ہے تو ہزارون بے تعصبیان اس پر نثار کر دینی چاہیئن، عالمگیر کا برتاو اخیر تک ساہو کے ساتھ مربیانہ اور فیاضانہ رہا، چنانچہ عالمگیر کے مرنے کے بعد گو ساہو نے خودمختاری کا علم بلند کیا، لیکن عالمگیر کے احسانون کا پھر بھی اتنا اس کو پاس تھا کہ سب سے پہلے اس نے عالمگیر کی قبر کی جاکر زیارت[3] کی،

سنبھا کے مرنے کے بعد اس کا بھائی رام راجہ اس کا جانشین ہوا اور متعدد موقعون پر

[1] خافی خان صفحہ ۵۰۳،

[2] مآثر عالمگیری صفحہ ۳۲۳ مطبوعہ کلکتہ،

[3] مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۳۱۵،

شاہی فوجون کو سخت شکستین دین، اس کی فوج کے دو بڑے سردار سنتا اور دھنتا تھے جو دس دس بارہ بارہ ہزار جمعیت کے ساتھ تمام ملک کو لوٹتے پھرتے تھے، اور ان کا اس قدر رعب چھا گیا تھا کہ بادشاہی افسران کے مقابلے سے جی چرانے لگے تھے،

مخالفون نے ان واقعات کو بڑے آب و رنگ سے بیان کیا ہے لیکن بہرحال نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ ۱۱۰۶ھ مین سنتا مقتول ہوا اور رام راجا جو اپنے مقبوضہ مقامات سے بھاگ کر آوارہ گرد برار کے علاقہ مین قصبات اور دیہات کو لوٹتا پھرتا تھا، سنہ ۱۱۰۱ھ مین مرگیا رام راجا کے بعد اس کی بیوی تارا بائی نے مرہٹون کی سرداری حاصل کی اور رام راجا کی طرح اس نے بھی عالمگیر کو مدتون پریشان رکھا،

اب عالمگیر نے قطعی ارادہ کر لیا کہ مرہٹون کا بالکل استیصال کر دے، اس کے لیے سب سے مقدم یہ امر تھا، کہ مرہٹون کے قلعے جو ان کی جاے پناہ تھے فتح کر لیے جائین، یہ قلعے ایسے محفوظ بلند مستحکم اور چارون طرف سے غارون اور خندقون سے گھرے ہوئے تھے کہ ان کا فتح کرنا آدمی کا کام نہ تھا، بعض بعض دو دو میل کی بلندی پر واقع تھے، راج گڈھ کا قلعہ جو سیوا جی کا گویا پاے تخت تھا، اس کا دور بارہ میل کا تھا، راستے اس قدر دشوار گذار تھے کہ کئی کئی دن کے متواتر سفر مین ایک ایک کوس طے ہوتا تھا، لین پول صاحب مصائب راہ کے متعلق لکھتے ہین،

کو یخ کی حالت مین ناممکن العبور دریاؤن سیلابی وادیون، پرشتاب نالون اور تنگ راستون نے کس قدر تکلیفین دی ہونگی، جہان سامان رسد حیا نہ ہوتا تھا، اس کو ڈھونڈھنا ہوتا تھا

اور چارہ گھاس کے نہ ملنے سے جانوروں اور باربرداری کی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ فوج
بے دست و پا ہو جاتی تھی، برسات کے سوا گرمیوں میں گرمی کی سختی، خیموں کی اذیت اور
پانی نہ ملنے کی مصیبت بیان سے باہر ہے،

عالمگیر کی عمر اس وقت ۸۰ برس کی تھی تاہم اس جوان ہمت بادشاہ نے بذات خود اس مہم کی کمان لی اور بالآخر تمام قلعے ایک ایک کر کے فتح کر لیے، الفنسٹن صاحب نہایت ناگواری اور مجبوری سے شہادت دیتے ہیں،

اورنگ زیب اپنی چالوں چلے گیا، یہاں تک کہ اگلے چار برس میں سارے بڑے بڑے قلعوں کو اپنے تصرف میں لایا۔ بہت سے محاصرے لمبے چوڑے اور خونوں کے پیاسے واقع ہوئے اور دونوں طرف سے طرح طرح کی تدبیریں اور بھانت بھانت کی فطرتیں برتی گئیں، مگر وہ تدبیریں ایسی متواتر مکرر بعد اخری واقع ہوئیں کہ تفصیل ان کی نہایت مشکل بلکہ غیر ممکن ہے، ہاں انجام ان کا یہ ہوا کہ وہ قلعے مذکورہ بالا فتح ہوگئے[1]"

غرض سنہ ۱۱۱۶ھ مطابق سنہ ۴۹ جلوس یعنی عالمگیر کی وفات سے دو برس قبل مرہٹوں کے تمام قلعے اور محفوظ مقامات فتح ہوگئے اور عالمگیر نے دیواپور میں جو دریائے کرشنا کے قریب ہے قیام کر کے حسین قلیچ خان کو اس کام پر معین کیا کہ تمام ملک میں امن امان کی منادی کرا دے اور رعایا کو ترغیب دیجائے کہ اپنے اپنے گھر پر آکر آباد ہو جائیں[2]،

مرہٹے اب بالکل بے خانماں ہوگئے تھے اور خانہ بدوش ہو کر ادھر ادھر قزاقوں کی

[1] تاریخ الفنسٹن صاحب مطبوعہ علی گڑھ صفحہ ۱۱۱، [2] مآثر عالمگیری صفحہ ۵۰۰،

ڈاکوون کی طرح چھاپے مارتے پھرتے تھے، جب کوئی نیا ملک مفتوح ہوتا ہو تو عموماً مدت تک یہ حالت باقی رہتی ہے، برہما کو جب انگریزی گورنمنٹ نے فتح کیا تو باوجود اس کے کہ ان بچارون کے پاس جنگ کا کوئی سروسامان تھا تاہم کئی برس تک اس قسم کی برہمی قایم رہی جس کی پاداش مین انگریزی فوجین دیہات اور قصبات کو آگ لگاتی پھرتی تھین، خود ہندوستان مین ابتدائی عملداری مین مدتون تک پنڈارے کئی کئی سو میل تک کے دھاوے کرتے پھرتے تھے اور اس وقت تک امن قایم نہو سکا جب تک گورنمنٹ نے ان کو بڑی بڑی جاگیرین دیکر راضی نہین کیا،

اس سے بڑھکر تعصب اور ناانصافی کیا ہو گی کہ یورپین مورخ ان قزاقیون کو اس صورت مین دکھاتے ہین کہ تیموری سلطنت ایک مردہ لاش تھی جس کو مرہٹے چارون طرف نوچنے لگے تھے، الفنسٹن صاحب لکھتے ہین،

جون جون کہ مرہٹے لوگ اورنگ زیب کی فوج اکبر کے قریب ہوتے گئے اسی قدر مشکلات اس کی زیادہ ہوتی گئین یہان تک کہ کبھی کبھی وہ اس لشکر تک لوٹتے مارتے آتے تھے، اور رسد کو کاٹتے تھے اور مویشیون کو سامنے سے اٹھا لیجاتے تھے، اور چرکشون کو مار ڈالتے تھے اور پہرہ چوکی والون سے نوک جھوک کرجاتے تھے، اور ایسا تنگ پکڑا تھا کہ جب تک قوی محافظون کا گروہ ہمراہ نہوتا تھا جب تک اکیلا دوکیلا چھاؤنی سے نہ جاسکتا تھا الخ

الفنسٹن صاحب نے گو مرہٹون کی قوت اور عالمگیر کی بے بسی کو بڑے آب و رنگ سے دکھانا چاہا ہے لیکن مرہٹون کے جو اوصاف بیان کیے ہیتے رسد پر ڈاکہ ڈالنا، مویشیون کو

اُٹھالیجانا، پہرہ چوکی والون کو چھیڑنا، چرکٹون کو مار ڈالنا یہ تو وہی ڈاکون اور رہزنون کے اوصاف ہین، آج اس قوت و تسلط پر سرحدی مقامات مین خود انگریزی گورنمنٹ کے ساتھ سرحدی قومین اس قسم کی شرارتین کرتی رہتی ہین کیا اس سے انگریزی گورنمنٹ کی کمزوری اور سرحدی قومون کا تسلط اور استیلا ثابت کیا جاسکتا ہی،

یہ بات ملحوظ رکھنا چاہیے کہ کسی طاقت و رحکومت یا قوم کا استیصال دفعۃً نہین ہوسکتا، اودے پور کی ریاست کو بابر نے سخت شکست دی، لیکن اکبر کے زمانہ مین اس کی وہی قوت موجود تھی، اکبر نے بڑے زور شور سے حملہ کیا اور مہینون کے محاصرہ کے بعد اودے پور کو کامل طور سے فتح کرلیا، مہارانا نے بھاگ کر جنگلون اور پہاڑون مین پناہ لی تاہم جہانگیر کے زمانے مین اودے پور کا پھر وہی شباب تھا اب شاہجہان ولیعہدی کی حالت مین گیا اور اس زور شور سے لڑا کہ مہارانا نے سپر ڈالدی اور اپنے بیٹے کرن کو اظہار اطاعت کے لیے دربار مین بھیجا، کرن نے دربار مین آکر جہانگیر کو سجدہ کیا لیکن جب شاہجہان خود تخت پر بیٹھا تو یہ جھکی ہوئی گردن پھر بلند تھی، شاہجہان نے دوبارہ یہ مہم سر کی، لیکن عالمگیر کے زمانے مین اودے پور وہی اکبر کے زمانے کا اودے پور تھا، البتہ عالمگیر نے پے در پے حملون سے اس کو بالکل تباہ کردیا اور وہ پھر کبھی سر نہ اُٹھا سکا،

مرہٹے شاہجہان کے زمانے مین پوری قوت حاصل کرچکے تھے، دکن سے مدراس تک پھیل گئے تھے سیکڑون نہایت مضبوط اور سربفلک قلعے ان کے قبضے مین تھے، ان سب باتون کے علاوہ وہ ایک جدید زندہ قوم بن رہے تھے اور یہ اس کا عین عروج شباب

تھا اسی حالت مین عالمگیر کو ان سے مقابلہ کرنا پڑا، اب دیکھو نتیجہ کیا ہوا؟ یہ ہوا کہ عالمگیر کے جیتے جی، سیوا مر گیا سنبھا مارا گیا رام راجا آوارگی اور صحرا نوردی کی نذر ہوا، ستتا کا سر لشکر دربار مین پہونچا، غرض علمبرداران بغاوت ایک ایک کر کے مٹا دیے گئے تمام قلعہ جات پر قبضہ کر لیا گیا اور دکن سے لیکر مدراس تک سناٹا ہو گیا،

ہیچ خاری نیست کز خون شکاری سرخ نیست　　　آفتے بود آن شکار افگن کزین صحرا گذشت

اب مرہٹہ کوئی حکومت یا کوئی قوم نہ تھی بلکہ خانہ بدوش رہزن تھے جو ادھر اُدھر آوارہ پھرتے تھے اور موقع پاکر چوری چھپے لوٹ مار کرتے رہتے تھے عالمگیر اس کے بعد ہی دنیا سے اُٹھ گیا اب یہ اس کے جانشینون کا کام تھا کہ ان اُڑتے ہوئے ذرون کو بھی فنا کر دیتے لیکن بد قسمتی سے تیمور کی مسند معظم شاہ کے ہاتھ آئی اور بے درد مورخون نے نالائق اخلاف کا الزام بلند پایہ اسلاف کے نامۂ اعمال مین لکھا اس سے بڑھکر کیا ناانصافی ہو سکتی ہے؛ اب یہ حالت ہے کہ اسکول کا ایک ایک بچہ جس کے منھ سے دودھ کی بو آتی ہے عالمگیر پر نکتہ چینی کے لیے طیار ہے لیکن درحقیقت ان نادانون کا قصور نہین

قلم از عشوہ نائی ہست کہ من می دانم　　　سر این فتنہ ز جائے ہست کہ من می دانم

عالمگیر اور ہندو

عالمگیر کی فرد قرارداد جرم کا یہ تیسرا نمبر ہے، لیکن یہ جرم بجائے خود متعدد جرائم کا مجموعہ ہے، یعنی عالمگیر نے اپنے طرز عمل سے راج پوت رئیسون کو جو اب تک حکومت تیموریہ کے دست و بازو

سے تھے ناراض کر دیا،

(۲)۔ عالمگیر نے عام ہندوؤن کو ناراض کر دیا،

پہلے جرم کو لین پول صاحب ان الفاظ مین بیان کرتے ہین ؛

” وہی قوم راجپوت جو اورنگ زیب کی آغاز حکومت مین سلطنت مغلیہ کا داہنا ہاتھ تھی اب اس طرح علیحدہ ہوئی کہ پھر ملنے کی توقع نہ رہی، جب تک اکبر کے تخت پر یہ بزادین دار دشمن رہا اس کی حمایت وحفاظت مین ایک راجپوت نے بھی اپنی انگلی ہلانا نہ چاہی “۔

اس جرم کی تشریح لین پول صاحب نے اس طرح کی ہے،

۱۶۶۷ء مین اورنگ زیب کے سب سے زیادہ دوست لیکن سب سے زیادہ زبردست راجپوت راجہ جے سنگھ نے انتقال کیا، دوسرا مشہور راجپوت جنرل جسونت سنگھ کابل مین گورنری پر تھا اور اس کے مرنے کے دن قریب آ رہے تھے، آخر کار اورنگ زیب آزاد ہو گیا کہ ہندوؤن کی پامالی کی حکمت عملی کو جو ہر سچے مسلمان کا مقصد ہونا چاہیے اختیار کرے، اس وقت ہندو کسی طرح ستائے نہین گئے تھے اور نہ کوئی مذہبی روک ٹوک عمل مین آئی تھی، لیکن اس مین شک نہین کہ اورنگ زیب اپنے جوش اسلام کو دل ہی دل مین پرورش کر رہا تھا کہ بلا خوف نقصان کافرون کے مقابلے مین اس کے اظہار کا وقت آ سکے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ ۱۶۷۸ء مین یہ گھڑی آئی تھی،

اورنگ زیب نے ایک اور کوتاہ اندیش کارروائی جسونت سنگھ کے معاملہ
مین کی، اس نے خواہش کی کہ جسونت سنگھ کے دونون بیٹے تعلیم کے لیے
دہلی مین بھیج دیئے جائین اور جبکہ وہ اس کی نگرانی مین مسلمان کو لیے جلنے،
راجپوتون نے اس کی تعمیل نہ کی اور جب راجپوتون نے سنا کہ اورنگ زیب
نے وہی قدیم اسلامی ٹکس یعنی جزیہ از سر نو ہر ایک ہندو پر قایم کردیا ہو تو ان کے
غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی،

یورپین مورخون کے اعتراضات (جیسا کہ آگے ثابت ہوگا) اگرچہ نہایت
بادہوا ہوتے ہین، اور اس لیے ان کا جواب دینا نہایت آسان بات ہو لیکن باینہمہ
جواب دینے والا سخت مشکل مین پڑ جاتا ہو، یورپین مورخین ایک اعتراض کے بیان کرنے مین
جو خود غلط ہوتا ہو پے در پے اور بہت سے جھوٹ ملاتے جاتے ہین، جواب دینے والا
ایک جھوٹ کا جواب دینا چاہتا ہو تو سامنے ایک اور جھوٹ نظر آتا ہو وہ ادھر متوجہ
ہوتا ہو تو ایک اور جھوٹ نمایان ہوتا ہو مسلسل دروغ بیانی اور افتراؤن کے ہجوم پر دفعتاً
اس کو طیش آ جاتا ہو اور بجائے اس کے کہ وہ سکون اور اطمینان کے ساتھ اصل واقعہ
کے انکشاف پر متوجہ ہو غصے سے بے قابو ہو جاتا ہو،

خود مجھ پر یہی اثر پڑا ہے، لیکن مین ان حریفون کو یہ موقع نہ دونگا کہ وہ میرے
طیش و غضب سے فائدہ اٹھائین یورپین مورخون نے ہندوؤن کی ناراضی کے جو اسباب
بتائے ہین ان مین خلط مبحث ہو گیا ہو یعنی مذہبی اور پولٹیکل باتین مل جل گئی ہین اسلیے

مسئلہ زیر بحث کی تحلیل اور تحقیق کے لیئے ضرور ہے کہ دونوں سے الگ الگ بحث کیجائے
پہلے ہم پولٹیکل اسباب سے شروع کرتے ہین،

ہندوؤن کے زور و قوت کے تین مرکز تھے، جے پور، جودھ پور، اور
اودے پور، ان مین سے جے پور اور جودھ پور بالکل مطیع ہو گئے تھے لیکن اودے پور
کی یہ حالت تھی کہ بابر سے لیکر شاہجہان کے زمانے تک حملہ کے وقت اس کی گردن
جھک جاتی تھی، لیکن جب حملہ آور چلے آتے تھے تو پھر وہی سرکش کا سرکش بنجاتا تھا،
شاہجہان نے جب بیماری کی حالت مین دارا شکوہ کو ولیعہد بنا کر اس کو سیاہ و سپید
کا مالک بنا دیا تو اس زمانے مین جے پور اور جودھ پور کے جانشین راجہ جے سنگھ
اور جسونت سنگھ تھے، عالمگیر جب دکن سے اکبر آباد کو چلا تو دارا شکوہ
کی طرف سے جسونت سنگھ ایک فوج گران لیے ہوئے اوجین مین پڑا تھا،
عالمگیر نے نہایت الحاح سے کہلا بھیجا کہ مین صرف اعلیٰ حضرت کی عیادت کو
جاتا ہون تم سدراہ نہو لیکن جسونت سنگھ نے نہ مانا اور سخت معرکہ ہوا جسونت
نے شکست کھائی اور بھاگ نکلا، عالمگیر پر جب چتر حکومت سایہ افگن ہوا تو پہلے
ہی سال جسونت سنگھ نے عفو قصور کی سلسلہ جنبانی کی اور عالمگیر نے فیاض دلی
سے معاف کر دیا شجاع سے (عالمگیر کا بھائی) جب معرکہ پیش آیا تو عالمگیر نے
جسونت سنگھ کو فوج برانغار کا افسر مقرر کیا لیکن جسونت سنگھ نے پہلے سے مرزا
شجاع سے سازش کر لی تھی، چنانچہ جب دونوں فوجین آمنے سامنے مقابل پڑی

ہوئی تھین تو جسونت سنگھ رات کے پچھلے پہر دفعتہً اپنی تمام فوج کے ساتھ عالمگیر کی فوج سے نکل کر شجاع کی طرف چلا، اس کی فوج نے شاہی اسباب و خزانہ پر دست درازی کی اور اس قدر بے چینی ہوئی کہ عالمگیر کی کل فوج مین سے نصف کے قریب جسونت سنگھ کے ساتھ ہو کر شجاع سے جا ملی، یہ ایسا نازک موقع تھا کہ اس کے سنبھالنے کے لیے صرف عالمگیر کا دل و دماغ درکار تھا، عالمگیر کی جبین استقلال پر شکن تک نہین آئی اور اس بے سروسامانی پر بھی میدان اس کے ہاتھ رہا[۱] چند روز کے بعد جسونت سنگھ کا جب کہین ٹھکانا نہ رہا تو پھر عفو کا خواستگار ہوا، عالمگیر نے پھر فیاض دلی سے کام لیا اور چونکہ وہ شرم سے منہ دکھانا نہین چاہتا تھا، عالمگیر نے غائبانہ اس کا منصب اور خطاب و جاگیر بحال کر کے احمد آباد کا صوبہ دار مقرر کر دیا اور وقتاً فوقتاً اس کو بڑی بڑی مہمات پر مامور کیا، یہان تک کہ دکن مین سیواجی کے مقابلے پر بھیجا لیکن یہ غدار یہان بھی اپنی فطری عادت سے باز نہ رہا، الفنسٹن صاحب لکھتے ہین:

راجہ جسونت سنگھ شاہزادہ معظم کی طبیعت پر حاوی اور بادشاہ کی نسبت ہندوؤن کا زیادہ خیرخواہ تھا، علاوہ اس کے لوگون کو یہ بھی یقین کامل تھا کہ وہ لوبھی لالچی ہے اور روپیہ کی بات تھوڑی بہت مانتا ہے، غرض کہ ان وسیلون سے سیواجی نے اس کو اپنا رفیق بنایا[۲]

---

[۱] یہ تمام حالات اگرچہ خافی خان وغیرہ تمام تاریخون مین ہین لیکن مسلسل اور مفصل تذکرہ مآثر الامرا جلد سوم مین ہے

[۲] ترجمہ تاریخ الفنسٹن مطبوعہ علی گڈھ صفحہ ۵۰۰، مآثر الامرا سے بھی اس بیان کی تائید ہوتی ہے،

جسونت سنگھ نے اسی پر اکتفا نہین کیا بلکہ راو بھاؤ سنگھ ہاڈا کو جو ریاست بوندی کا راجہ اور سہ ہزاری منصب رکھتا تھا اور اس مہم مین اس کا شریک تھا، اپنے ساتھ شریک کرنا چاہا اور جب اس نے نمک حرامی سے انکار کیا تو اس کی بہن کو جو جسونت سنگھ کے عقد نکاح مین تھی، وطن سے بلوا کر بیچ مین ڈالا لیکن اس وفادار نے اب بھی حق نمک کو قرابت پر مقدم رکھا، ماثر الامرا مین راو بھاؤ سنگھ کے تذکرہ مین لکھا ہے،

"چون ہمشیرہ راو بھاؤ سنگھ بست مہاراجہ (جسونت سنگھ) بود مہاراجہ زن خود را از وطن طلب داشتہ واسطہ نمود کہ با وے ساز موافقت کو کہ شاید امارا و بھاؤ سنگھ حق نمک مقدم داشتہ تن بموافقتش درنداد،

بالآخر جسونت سنگھ کابل کی مہم پر مامور ہوا اور سنہ جلوس عالمگیری مین قضا کر گیا،

جسونت سنگھ جب مرا تو اس کی کوئی اولاد نہ تھی لیکن اس کے کارپردازون نے دربار مین اطلاع دی کہ اس کی دو بیبیون کو حمل ہے، لاہور مین پہونچکر ان لوگون نے دربار شاہی مین رپوٹ کی کہ دونون بیویون سے دو لڑکے پیدا ہوئے، اس کے ساتھ درخواست کی کہ ان لڑکون کو منصب اور ریاست اور خطاب عطا کیا جائے، عالمگیر نے فرمان بھیجا کہ دونون کو دربار مین بھیجد جب وہ سن تمیز کو پہونچین گے تو خطاب اور منصب عطا کیا جائے گا، ماثر عالمگیری مین ہے،

"حکم اقدس اعلیٰ صادر شد کہ ہر دو پسر را بہ درگاہ سپہر بارگاہ بیارند و ہر گاہ پسران بسن تمیز فراہند رسید بعنایت منصب و راج نوازش خواہند یافت" صفحہ ۲۲۱،

تیموریون کے دربار کا یہ ایک عام آئین تھا کہ جب کوئی بڑا عہدہ دار چھوٹے بچے چھوڑ کر مرجاتا تھا تو بادشاہ خود ان کو طلب کر کے اپنے دامن تربیت مین پالتا تھا اور شہزادون کی طرح ان سے سلوک کیا جاتا تھا، اسی اصول کے موافق عالمگیر نے جسونت سنگھ کے بچون کو طلب کیا تھا لیکن جسونت سنگھ کا جو طرز عمل ہمیشہ سے رہا اس کے افسرون پر بھی وہی رنگ چھا گیا تھا چنانچہ اُنھون نے شاہی حکم کے وصول ہونے کا انتظار بھی نہ کیا اور دہلی کیطرف روانہ ہو گئے دریاے اٹک پر میر بحر نے اس بنا پر روکا کہ پروانۂ راہداری دکھاؤ اس پر آمادۂ جنگ ہوئے اور بہت سے آدمیون کو قتل کر کے بزور دریا کے پار اُترے، دار السلطنت کے قریب آئے تو انکی گستاخانہ اور باغیانہ حرکات کی بنا پر عالمگیر نے حکم دیا کہ شہر سے باہر مقام کرین اور کوتوال کو حکم دیا کہ ایک جمعیت کے ساتھ ان کو نظر بند رکھے چند روز کے بعد چند راجپوتون نے وطن جانے کی اجازت طلب کی عالمگیر نے منظوری دی، دفریب کار دھوکا دیکر جسونت سنگھ کے بچون کو چپکے چپکے اُڑا لیگئے اور ان کی جگہ دو جعلی بچے چھوڑ گئے چونکہ یہ ایک اہم بحث طلب واقعہ ہے جس پر آیندہ واقعات کی بنیاد قائم ہوتی ہے اس لیے ہم مزید اعتبار کے لیے خافی خان کی اصلی عبارت نقل کرتے ہین،

"بعدہ ظاہر گردید کہ بعد فوت راجہ جسونت در حالت کیش ہمراہ او ہر دو پسر خورد سال راجہ را کہ در آخر عمر

جان دو فرزند، باسم اجیت سنگھ و دلتھمن داشت مع رانی ہمراہ گرفتہ بے اکلا استغاذ
حکم حضور گشتہ براہ ستک و رضائے صوبہ دار کابل نایند روانہ حضور شدہ و بعد ملکہ پیر اٹک
رسیدند و میر گزر بعلت عدم دستک مانع آمد با او بہ پرخاش پیش آمدہ کار بہ فساد و کشتن و
زخمی ساختن میر گزر و جمعے رسانیدہ بہ سرہنگی عبور نمودند بعد ازان کہ نزدیک دار الخلافت
رسیدند ازان کہ از اولیائے خارج ساختن جسونت خیار رلال بدر خاطر مبارک جاگرفتہ بود
و این شوخی را چون یتیم علاوہ آن گردیدہ فرمودند کہ نزدیک شہر طرف بارہ پلہ فرود آوردہ کوتوال
را مامور ساختند کہ مردم خود را با جمعے از منصبداران و تعینات توپخانہ اطراف خیمہائے
وابستگان راجہ چوکی نشاندہ بطریق نظر بند نگاہ دارند[۱۵]

جسونت سنگھ کے افسر جسونت کے بچون کو لیکر جودھپور پہنچے اور مہارانا
اُدیپور نے اُن کو اپنی حمایت مین لیا عالمگیر نے مہارانا کو فرمان بھیجا کہ باغیون کی حمایت
سے دست بردار ہو جائے اور جسونت کے بچون کو حوالے کر دے مہارانا نے
نہ مانا اس پر عالمگیر نے جو دھپور فوجین بھیجین اور بالآخر مہارانا نے اطاعت قبول
کی اور اقرار کیا کہ جسونت کے بچون کی اعانت نہ کرے گا لیکن مہارانا بہت جلد
اس اقرار سے پھر گیا، اب عالمگیر نے اس کے انتقام کے لیے ہر طرف سے فوجین
طلب کین اور اپنے چھوٹے بیٹے اکبر کو اس کا سپہ سالار مقرر کر کے اودیپور کی طرف
روانہ کیا لیکن مہارانا نے اکبر کو یہ ترغیب دلا کر کہ ہم آپ کو بادشاہ تسلیم کرینگے آپ خود

---

[۱۵] اسکے بعد کا واقعہ چونکہ چندان اہم اور متعلق نہ تھا اس لیے ہم نے وہ عبارت نقل نہین کی۔

تاج و تخت کا دعویٰ کیجیے اکبر کو توڑلینا خلف شہزادہ ہزار فوج لیکر خود عالمگیر کے مقابلے کو بڑھا، عالمگیر کی رکاب مین اسوقت صرف ہزار سوار تھے لیکن اس کے استقلال مین فرق نہ آیا اور بالآخر اکبر شکست کھاکر بھاگ گیا،

سلسلہ بیان کی ترتیب اور تمام واقعات کی یکجائی پیش نظر ہونے کے لیے ہم نے واقعات کو سادہ طور سے لکھ دیا اب امور ذیل تنقیح طلب ہین،

۱۔ کیا عالمگیر نے راجپوت ریاستون کے ساتھ کوئی ناجائز سلوک کیا تھا جسکی وجہ سے وہ بغاوت پر مجبور ہوئے،

۲۔ کیا عالمگیر ان راجپوتون کو زیر نہ کر سکا،

۳۔ کیا راجپوت اس واقعہ کے بعد ہمیشہ کے لیے عالمگیر سے الگ ہو گئے،

یوروپین مورخون کی رائے کے موافق ان سوالون کا اجمالی جواب یہ ہے کہ عالمگیر نے خود راجپوتون کو چھیڑا اور اُن کو بغاوت پر مجبور کیا اور پھر اُن سے اچھی طرح عہدہ برا نہ ہو سکا اور راجپوت ہمیشہ کے لیے تیموری حکومت کے حلقۂ اطاعت سے نکل گئے اوپر یہ تفصیل گذر چکی کہ راجپوتون کے تین مرکز تھے ان مین سے جے پور تو ہمیشہ مطیع رہا الفنسٹن صاحب بھی اس واقعہ کو تسلیم کرتے ہین اور لکھتے ہین۔

جبکہ راجپوت راجاؤن نے جملہ اپنے گروہون کے ایک راجہ کے گھرانے پر اسقدر اعدظلم دیکھا اور جزیہ کی ناگواری اس پر زیادہ ہوئی تو سارے راجپوت آپس مین متفق ہوئے مگر راجہ رام سنگھ جے پور والا جسکے گھرانے کو بادشاہی خاندان سے رشتے

ناتوان اور کئی پشتون سے موز عہدون کی بدولت مضبوط اور مستحکم علاقہ ان سے

منسلک رہا"

اب صرف جودھ پور اور اودیپور رہگئے جودھپور کا رئیس جسونت سنگھ تھا اس نے عالمگیر کے ساتھ جو برتاؤ کیے وہ یہ تھے کہ سب سے پہلے عالمگیر کے ساتھ برسر مقابلہ آیا عالمگیر نے فتح پاکر اس کو معاف کر دیا اور فوج کا افسر مقرر کیا لیکن شجاع کی لڑائی مین نہایت غدارانہ طریقے سے رات کو چھپکر دشمن سے جا ملا جس سے عالمگیر کی تمام فوج درہم وبرہم ہو گئی عالمگیر نے پھر عفو سے کام لیا اور جاگیر وخطاب ومنصب عطا کرکے دکن پر بھیجا وہان سیوا جی سے سازش کی اب اس کے مرنے پر راجپوت عالمگیر سے درخواست کرتے ہین کہ اس کا ایک بچہ والی ریاست بنا دیا جائے۔ عالمگیر جواب دیتا ہے کہ اس کو دربار مین بھیجو سن شعور کے بعد اسکو سب کچھ ملیگا۔ راجپوت جواب کا بھی انتظار نہین کرتے اور دریائے اٹک پر شاہی عہدہ دارون کو مارتے دھاڑتے دلی پہونچتے ہین عالمگیر ان کو نظر بند کرتا ہے[۱] ان تمام واقعات مین کونسی بات انصاف کے خلاف ہے،

الفنسٹن صاحب فرماتے ہین کہ جب راجپوت راجاؤن نے منجملہ انہی گروہون کے ایک راجہ کے گھرانے پر ایسا ظلم دیکھا تو تجربہ کیا ظلم تھا کیا جسونت سنگھ کے ساتھی راجپوتون کا طرز عمل ایسا تھا کہ عالمگیر ان پر بالکل اعتماد کر لیتا ایک صغیر سن بچہ کا

---

[۱] تفصیل ان واقعات کی اوپر گذر چکی ہے،

دربار مین بلانا کوئی ظلم کی بات تھی کیا راجپوتون کا بغیر شاہی اجازت کے دارالسلطنت کا قصد کرنا عدول حکمی نہ تھی؟ کیا میر بحر کا انکو روکنا میر بحر کے فرائض منصبی مین داخل تھا کیا میر بحر اور شاہی ملازمون سے مقابلہ کرنا باغیانہ حرکت نہ تھی، کیا ان سب حرکات کے بعد اُن کا نظر بند کیا جانا عدل و انصاف کے خلاف تھا؟

لین پول صاحب راجپوتون کی عدول حکمی اور باغی کی وجہ یہ بتاتے ہین کہ جسونت سنگھ کے بچون کو عالمگیر مسلمان کر لیتا لیکن عالمگیر نے سیواجی کے پوتے ساہوجی کو جب گرفتار کیا تو اس کی عمر سات برس کی تھی عالمگیر نے خاص اپنی نگرانی مین رکھا شاہی خیمے کے برابر اُس کا خیمہ کھڑا کرایا، اس کو ہفت ہزاری کا منصب اور خطاب و نوبت و علم عطا کیا اور یہ برتاؤ اخیر عمر تک قایم رکھا باوجود اسکے اس کو کیون مسلمان نہین کیا، سیواجی کا پوتا تو جسونت سنگھ کے بیٹون سے زیادہ جبر و ظلم کا مستحق تھا،

ایک اور وجہ لین پول صاحب یہ بیان کرتے ہین کہ راجپوتون کو جزیہ لگانے کی خبر پہونچ چکی تھی اس لیے اُن کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی،، جزیہ کی بحث مذہبی امور کی بحث مین آگے آئے گی اس لیے ہم اس کو نہین چھیڑتے،

دوسرا امر تنقیح طلب یہ ہے کہ عالمگیر راجپوتون کو زیر کر سکا یا نہین؟ لین پول صاحب لکھتے ہین؛

”راجپوت سانپ کو اکا سا خراش تو لگ گیا لیکن وہ مرا نہ تھا۔ جنگ کا سلسلہ جاری رہا

آخرکار اودیپور کے رانا نے جس کو راجپوتوں کی طرف سب سے زیادہ نقصان
پہونچا تھا اورنگ زیب سے ایک معزز صلح کر لی کیونکہ اس جنگ سے اب
اورنگ زیب عاری ہوگیا تھا۔ اس صلح نامے میں نفرت خیز جزیہ کا نام تک بھی
نہ آیا لیکن رانا کو اپنے ملک کا قلیل حصہ اس فعل کے پاداش میں کہ وہ شاہزادہ اکبر
کا شریک ہوگیا تھا دینا پڑا۔ اودیپور کے رانا نے تھوڑے ہی دنوں میں شرائط
صلح نامہ پر پانی پھیر دیا"

اللہ اکبر!! ان چند سطروں میں کسقدر جھوٹ کا انبار ہے،

الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں،

خود اورنگ زیب کو ایسی لڑائی کے اختتام کی خواہش ہوئی چنانچہ تدبیر و حکمت
سے اودے پور کے راجہ کو آشتی کی درخواست پر آمادہ کیا اور جبکہ درخواست صلح کی طرف
سے گذری تو فی الفور اس کی طرف توجہ کی چنانچہ جزیہ سے اغماض برتا گیا اور ملک کے
جس ٹکڑے کو جزیہ کے معاوضہ میں لیا تھا اکبر کی اعانت کے جرمانے میں رکھا گیا۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ جودھپور اور اودے پور دونوں ریاستوں کو عالمگیر
کی فوجوں نے پامال کر دیا اور مہارانا اودے پور اپنے مقر سے بھاگ کر انتہائے
سرحد تک پہونچ گیا، آخر جب ہر طرح سے مجبور ہوا تو شاہزادہ محمد اعظم کے ذریعہ سے
سفارش کرائی پرگنہ ماندل پور اور بدھنور جزیہ کے عوض میں دینے منظور کیے عالمگیر
نے پھر اپنی فیاض دلی سے کام لیا اور ۲۴ سنہ جلوس میں جب رانا دربار میں حاضر ہوا

تو خلعت و خطاب اور پنجہزاری منصب عطا کیا مآثر عالمگیری میں[1] ہے،

چون رانا از ملک و مسکن رانده شده و تا سرحد ش گریخت. مفرے بجز دست زدن به دامان طلبی او نمانده، به دامان استشفاع بادشاهزاده کرم عطا پیشه محمد اعظم دست عجز زد و فراغت در کوهستان گزرانیدن پرگنه ماندل پور و بدنور را عوض جزیه وسیله عفو جرایم آورد و ملازمت بادشاهزاده را ذریعه بختیاری خود اندیشید الخ

مآثر الامراء میں ہے

چون رانا اودے پور را خالی گذاشته راه فرار نمود و فوجی به سرکردگی حسین علی خان به تعاقب او تعین شده و پسر محمد اعظم شاه و سلطان بیدار بخت نامزد شدند. پس از ان که ملک رانا لگدکوب عساکر فیروزی گردید و او از وطن مالوف بر آمده بے چاره ماند اگست سال بست و چهارم دست ضراعت به دامان شفاعت شاهزاده زده پرگنه ماندل و بدنور در عوض جزیه به سرکار بادشاهی گذاشت.

(مآثر الامراء جلد دوم صفحه ۲۰۰ در ضمن تذکره راو کرن)

غور کرو ان معتبر تاریخوں میں تصریح ہے کہ رانا عاجز آکر خود معافی کا خواستگار ہوا الفنسٹن صاحب وغیرہ فرماتے ہیں کہ عالمگیر نے خود مجبور ہو کر سلسلہ جنبانی کی، ان تاریخوں میں ہے کہ رانا نے دو پرگنے جزیہ کے عوض میں پیش کیے یورپین مورخ کہتے ہیں کہ جزیہ کا نام تک نہ آیا اور دو پرگنے اکبر کی اعانت کا معاوضہ تھے۔

[1] صفحہ ۲۰۰ سنہ ۲۲ اسکے بعد کے واقعات بحث طلب نہ تھے اس لیے ہم نے قلم انداز کیا۔

الفنسٹن اور لین پول صاحبان کی عام عادت ہی کہ ہر موقع پر تاریخون کا حوالہ دیتے ہین لیکن ان واقعات کے بیان مین حوالہ کا نام نہین۔

لیکن ان سب دروغ بیانیون سے بالاتر لین پول کا یہ بیان ہے کہ رانا نے کچھ عرصے کے بعد اس صلح پر بھی پانی پھیر دیا چونکہ اس دروغ بیانی مین لین پول کا اور کوئی شریک نہین اس لیے ہمکو اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہین اخیر بحث یہ ہے کہ ان واقعات کے بعد کیا راجپوت ہمیشہ کے لیے تیموریون سے الگ ہو گئے اور کیا اُنھون نے کبھی بقول لین پول عالمگیر کی حمایت مین اپنی اُنگلی بھی ہلانی نہ چاہی۔

گذشتہ تمام واقعات عالمگیر کے ۲۲ سنہ جلوس تک ختم ہو گئے ہین۔ جگت سنگھ مہارانا اودے پور اسی سنہ مین مرا ہو اور عالمگیر نے اس کے بیٹے جے سنگھ کو خلعت تعزیت اور خطاب وغیرہ عطا کیا ہو ۲۵ جلوس مین عالمگیر دکن کو روانہ ہوا، اور اخیر عمر تک انھین اطراف مین مرہٹون سے لڑتا بھڑتا رہا۔ ان لڑائیون مین اس کی فوج مین راجپوت اس طرح نظر آتے ہین جس طرح اور مسلمان قومین، چنانچہ تاریخون مین جہان فوجون کا ذکر آتا ہی راجپوتون کا نام بھی خاص طور پر آتا ہی۔ مثلاً خافی خان ۱۱۱۲ھ کے واقعات مین مرہٹون کے ایک محاصرہ مین لکھتا ہے:۔

و راجپوت ہا سے جلادت پیشہ و دیگر بہادران رزم جو تردداتِ نمایان روبے کار آوردند تا آنکہ جمشید خان با جمعے از راجپوتان روشناس ہمراہ راؤ دلپت با چندے دیگر بکار آمدند[1]۔

یہی مورخ سنہ ۴۶ جلوس کے واقعات مین لکھتا ہے۔

اوائل ذیحجہ سنہ چہل و شش سنہ جلوس راجہ جے سنگھ کہ عمر او بحد بلوغ نرسیدہ بود باتفاق مردم بادشاہزادہ یورش نمودہ بہ قلعہ پیلپے کہ از بالا گولہ و سنگ و اقسام آتشبازی چون تگرگ بے فاصلہ می ریخت و راجپوت بسیار و اکثر مردم شاہزادہ بکار آمدند[2]۔

یورپین مورخ سکتے ہین کہ ایک راجپوت نے بھی عالمگیر کی حمایت مین انگلی نہ ہلائی لیکن واقعہ یہ ہے کہ نہ صرف فوجی راجپوت بلکہ راجپوتون کے بڑے بڑے راجہ و مہاراجہ اخیر وقت تک عالمگیر کے ساتھ فوجی مہمات مین شریک رہے اور مرہٹون کے پامال کرنے مین وہ مسلمان افسرون کے داہنے ہاتھ تھے، راجپوتونکی اصلی طاقت جودھپور، جے پور، اودیپور، تھی۔ اودیپور کے دو شاہزادے خود عالمگیر کی فوج مین معزز عہدون پر ممتاز تھے، اور اخیر وقت تک ساتھ رہے چنانچہ سنہ ۴۳ جلوس مین ان مین سے انند سنگھ کو دو ہزاری اور بہادر سنگھ کو یکہزاری و پانصدی کا منصب عطا ہوا[3]۔ یہ دونون مہارانا راج سنگھ کے بیٹے تھے جس نے

۱؎ خافی خان حالات عالمگیر صفحہ ۵۰۵،

۲؎ صفحہ ۴۹۹،

۳؎ مآثر عالمگیری صفحہ ۴۰۰ مطبوعہ کلکتہ

سنہ ۲۵ جلوس مین وفات پائی تھی۔ اور اس کے مرنے پر اس کے بیٹے رانا جے سنگھ کو عالمگیر نے خلعت ماتم عطا کیا تھا اندر سنگھ جو جسونت سنگھ رئیس جودھپور کا عزیز تھا جسونت کے انتقال کے بعد عالمگیر نے اس کو راجہ کا خطاب دیا اور دکن کے مہمات پر مامور کیا۔ اس نے نہایت وفاداری سے اپنی خدمت انجام دی چنانچہ سنہ ۴۰ جلوس مین اس کو سہ ہزاری منصب ملا۔[1]

مان سنگھ راٹھور جس کو سہ ہزاری کا منصب حاصل تھا سنہ ۳۰ جلوس عالمگیری مین ذوالفقار خان کے ساتھ دکن کی سب سے مشہور جنجی کی مہم پر مامور ہوا۔[2]

جے پور کے رئیسون کی وفاداری، یورپین مورخون نے بھی تسلیم کی ہے۔

مآثر الامرا مین اور بہت سے راجپوت راجاؤن اور رئیسون کے تفصیلی حالات درج ہین جو عالمگیر کے ساتھ دکن کی مہمات مین شریک تھے اور نہایت جانبازی اور وفاداری کے ساتھ خود اپنے ہم مذہب مرہٹون سے لڑتے تھے کلیمی شاعر نے اکبر کے زمانے مین کہا تھا۔

چنان در عہد او کہ ہندو میزند شمشیر اسلام

یہ شعر نہ صرف اکبر بلکہ عالمگیر کے زمانے مین بھی سچ تھا، اور اگر آج اسلامی سلطنت ہوتی تو آج بھی سچ ہوتا۔

---

[1] مآثر الامرا ذکر اندر سنگھ۔

[2] مآثر الامرا ذکر روپ سنگھ،

غور کرو ان واقعات کے ثابت ہونے کے بعد کہ جے پور، جودھپور، اودیپور کے فرمانروا عالمگیر کے ساتھ دکن میں مرہٹوں سے لڑائیاں لڑ رہے ہیں، راجپوت قومیں، مسلمانوں کے ساتھ برابر کی شریک ہیں، راجپوت افسروں کو سہ ہزاری و چار ہزاری منصب عطا ہوتے ہیں اودیپور کا راجہ نابالغ ہونیکے ساتھ اس بے جگری سے مرہٹوں کا مقابلہ کرتا ہے تو کیا یورپین مورخوں کے اس قول میں سچائی کا کچھ بھی شایبہ ہے کہ عالمگیر نے راجپوتوں کو اس قدر ناراض کر دیا کہ وہ پھر کبھی تیموری علم کے نیچے نہ آئے۔

داستان عہد گل را بشنو از مرغ چمن   زاغ ہا آشفتہ تر گفتند این افسانہ را

عالمگیر اور مذہبی تعصب

عالمگیر کے جرائم میں یہ سب سے بڑا جرم بلکہ مجموعہ جرائم ہے، عالمگیر نے ہندوؤں کو ملازمت سے یک قلم برطرف کر دیا، اُن کے مذہبی میلے ٹھیلے موقوف کرا دیے اُن کی درسگاہیں بند کرا دیں، اُن پر جزیہ لگایا، اُن کے بت خانے تڑوا دیے، غرض اس حد تک اُن کو ستایا کہ وہ زبان حال سے بول اُٹھے،

آن قدر جور کن کہ گر جائے   گفتہ آید، کسے اعتماد کند

ان جرائم کا یہ حال ہے کہ بعض جزئی اور مختص الحالۃ واقعات ہیں، مخالفین نے ان کو عام کر دیا ہو بعض کی تعبیر غلط ہے، بعض کے ناگزیر اسباب ہیں چنانچہ ہم ایک

ایک کو الگ الگ بیان کرتے ہین لیکن سب سے پہلے ایک ضروری امر کا تذکرہ کرنا ضرور ہے،

اکبر نے جو پالیسی قایم کی اُس نے ہندوؤن کو تخت سلطنت کا شریک بنادیا لیکن بااین ہمہ چونکہ اکبر کی سطوت اور جبروت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا ہندوؤن نے اپنی حد سے آگے قدم نہین بڑھایا جہانگیر کی نرمی اور سرمستی نے اُن کو جرأت دلائی اور اب اُن کی خودسری کے جوہر چمکنے لگے جہانگیر کے اشارے سے نرسنگھ دیو بندیلہ نے جہانگیر کی ولیعہدی کے زمانے مین ابوالفضل کو دھوکے سے قتل کردیا تھا اور اُسکا مال واسباب اور شاہی خزانہ جو ساتھ تھا لوٹ لیا تھا جب جہانگیر تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس کارگذاری کے صلہ مین نرسنگھ دیو نے متھرا مین بتخانہ بنانے کی اجازت طلب کی، جہانگیر نے اجازت دی نرسنگھ نے اُس روپیہ سے جو ابوالفضل کی غارتگری سے ہاتھ آیا تھا بتخانہ کی تعمیر کی، شیرخان لودی جو ابوالفضل کو ملحد قرار دیتا ہے اور اس بات سے خوش ہے کہ ملحد کے مال سے بتخانہ بنا ع مال حرام بود بجائے حرام رفت، اس واقعہ کو ان الفاظ مین لکھتا ہے :۔

آن ضال مضل (ابوالفضل) در راہ دکن با شارہ نورالدین محمد جہانگیر در ملک راجہ نرسنگھ دیو بقتل رسید و اموالے کہ بدست آوردہ بے راہی گرد آوردہ بود، در اہتمام راجہ مذکور بر معبد ہنود کہ در سواد شہر متھرا ساختہ بود صرف گردید و حکم آیت کریمہ الخبیثات للخبیثین بظہور پیوست آخر آن بتخانہ نیز بتیشہ اسلام حضرت

عالمگیر بادشاہ باخاک برابر شد[1]،

اکبر کے زمانے مین باایںہمہ آزادی مذہبی غالبا کوئی نیا بت خانہ تعمیر نہین ہوا، جہانگیر اگرچہ اکبر کی نسبت متعصب تھا چنانچہ کوٹ کانگرہ کی فتح مین گاؤکشی کی رسم قائم کرنے پر خوشی کا اظہار کیا ہے تاہم چونکہ حکومت مین وہ زور نہین رہا تھا صرف بنارس مین ۷۶ نئے بتخانے تعمیر ہوئے چنانچہ تفصیل اسکی آگے آئے گی، اس واقعہ کے اظہار سے ہمارا یہ مقصود نہین کہ ہم مذہبی آزادی کے خلاف ہین، بلکہ یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ واقعہ، آیندہ واقعات کا پیش خیمہ ہے،

غرض اب ہندوون نے علانیہ مسلمانون پر تعدی اور ظلم شروع کیا، نوبت یہان تک پہونچی کہ ہندو مسلمان عورتون سے بجبر شادی کرتے تھے اور انکو گھر مین ڈال لیتے تھے، اس سے بڑھکر یہ کہ مسجدون کو توڑ کر اپنی عمارتون مین داخل کرتے تھے شاہجہان نامہ عبدالحمید لاہوری جو شاہجہان کی شاہی تاریخ ہے اور خود شاہجہان کے حکم سے لکھی گئی ہے اس مین یہ واقعہ نہایت تفصیل سے لکھا ہے چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے،

وچون رایات جلال بحوالی گجرات پنجاب رسید جمعے از سادات و مشائخ آن قصبہ استغاثہ نمودند کہ برخے از کفار نابکار حرایر[2] و اماے مومنہ را در تصرف دارند و چندے از زیان

---

[1] تذکرہ مرآۃ الخیال شیر خان لودھے مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۲۵ و ۱۲۶،

[2] حرائر یعنی آزاد عورتین اور اما یعنی لونڈیان،

مساجد بہ تعدی در عمارات خود آوردہ، بنا بران شیخ محمود گجراتی کہ از رسمی دانش بہرہ ور است و دار وغگی مردم جدید الاسلام برو مقرر رخصت یافت تا بعد از ثبوت شاہ مسلمہ را از تصرف کفار بر آرد، و مساجد و عمارات آن ملاعین جدا سازد، و مطابق حکم عمل آوردہ ہفتاد حرہ و جاریہ مومنہ را از تصرف کفرہ فجرہ بر آورد، و ہر جا کہ مسجدے در زیر عمارت ہنود در آمدہ بود بعد از تحقیق آن را از فراز نمود و ذرے از ان جا بطریق جرمانہ گرفتہ بدستور سابق مسجد ساخت، پس از ان کہ این ماجرا بمسامع جلال رسید برلیغ قضا نفاذ صادر شد کہ بدستور قدیم ہر کہ مسلمان شود مسلمہ را بہ عقد جدید باو باز گذارند پس از ورود فرمان جمعے از سعادت یاوری بہ پایۂ اسلام رسیدہ زنان مسلمہ را بہ نکاح جدید متصرف گشتند و حکم شد کہ در کل ممالک محروسہ ہر جا چنین واقع شدہ باشد بدین دستور عمل نمایند چنانچہ اناث بسیار از دست کفار بر آمدہ در نکاح مسلمانان در آمدند و گروہے از کفار بہ قبول دین مبین از آتش دوزخ رہائی یافتند و بتخانہا منہدم گردید و بجاے آن مساجد بنا یافت[1]

ان واقعات کو دیکھو اور غور سے دیکھو، شاہ جہان نہایت پر جوش مسلمان تھا اور ہر موقع پر اس کا اظہار ہو چکا تھا، سنہ جلوس مین اُس نے بنارس کے جدید تعمیر شدہ بت خانے گروا دیے تھے، باوجود اس کے، ہندوؤن کا یہ زور قائم ہو چکا

[1] شاہجہان نامہ مطبوعہ کلکتہ جلد دوم واقعات سنہ جلوس صفحہ ۵۸ و ۵۹۔ اس عبارت مین جن بتخانون کے گرانے کا ذکر ہے یہ وہی ہین جو مسجد تھے اور ہندوؤن نے گرا کر بتخانہ بنا لیا تھا،

تھا کہ جبر اور زبردستی سے مسلمان عورتون کو ہندو گھر مین ڈال لیتے تھے اور اُن سے
نکاح کرتے تھے مسجدون کو توڑ کر بتخانے اور عمارتیں بنواتے تھے شاہجہان کو خبر ہوئی
تو اُس نے کوئی عام سزا نہین دی بلکہ صرف یہ کیا کہ عورتون کو ہندؤون کے قبضہ
سے نکال لیا اور جن مسجدون کو گرا کر بتخانہ بنایا گیا تھا، بدستور پھر مسجدین بن گئین شاہجہان
جب تک زور اور قوت کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا، ہندؤون کی تعدیان رُکی رہین لیکن
اخیر اخیر شاہجہان کے بجائے تمام اختیارات دارا شکوہ کے ہاتھ مین آگئے دارا شکوہ
کا یہ حال تھا کہ علانیہ ہندوپن کا اظہار کرتا تھا اپنشد کا جو ترجمہ کیا ہے اُس مین صاف
لکھتا ہے کہ قرآن مجید اصل مین اُپنشد مین ہے چنانچہ اسکی عبارت حسب ذیل ہے،

از ین خلاصۂ کتاب قدیم کہ بیشک و شبہ اولین کتب سماوی و سرچشمۂ بحر توحید است قدیم
است کہ انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یمسہ الا المطہرون تنزیل من
رب العالمین۔ یعنی قرآن کریم در کتاب است کہ آن کتاب پنہان است و ما
درک نمی کند مگر دے کہ مطہر باشد و نازل شدہ و از پروردگار عالم مشخص و معلوم میشود
کہ این آیت در حق زبور و توراۃ و انجیل نیست۔۔ چون از نگہت کہ سر پوشیدنی است
اصل این کتاب ست و آیتہائے قرآن مجید بعینہ دران یافتہ می شود پس تحقیق کہ

کتاب مکنون این کتاب قدیم باشد

اب غور کرو وہ ہندو جنکو اکبر شریک سلطنت کر چکا تھا جو جہانگیر کے زمانے
مین مسلمانون کے مال سے بتخانے تعمیر کرتے تھے جو شاہجہان کے عہد مین مسجدونکو

توڑ کر بتخانے بنوائے اور مسلمان عورتون سے بہ جبر نکاح کرتے تھے جو اپنے پاٹ شالون مین مسلمان بچون کو اپنے مذہب کی تعلیم دیتے تھے چنانچہ خود عالمگیر کے عہد حکومت مین اُس کی تخت نشینی کے بارھوین سال تک یہ طریقہ جاری رہا (تفصیل آگے آیگی) اب دارا شکوہ کے سایۂ حمایت مین اُن کے زور و قوت تسلط و اقتدار، جبر و تعدی، جور و ستم کا مقیاس الحرارۃ کس درجہ تک پہونچا ہوگا، یاد رکھو یہی ہنود تھے جن سے عالمگیر کو سابقہ پڑا تھا، (اب ہم اصل مباحث کی طرف متوجہ ہوتے ہین)

ہندؤون کی ملازمت سے علٰحدگی

یورپین مورخون نے اپنی معمولی عادت کے موافق، اس واقعہ کی اصلی ہیئت بدل دی ہے۔ یعنی عالمگیر نے تمام ہندؤون کو سرکاری ملازمتون سے موقوف کر دینا چاہا گو ایسا نہ کر سکا، الفنسٹن صاحب لکھتے ہین، "مگر یہ گشتی حکم بھی سارے حاکمون اور اختیار والون کے پاس بھیجا کہ آیندہ سے ہندو بھرتی نہ کیے جائین اور اُن تمام عہدون پر مسلمان بھرتی کیے جائین جو تمہارے تحت حکومت مین ہوئین" لیکن واقعہ صرف اس قدر ہے کہ ۱۰۸۲ھ ہجری مین اس نے یہ حکم دیا تھا کہ صوبہ دارون اور تعلقہ دارون کے محاسب و منشی پیشکار اور دیوان نیز محالات خالصہ کے مال گزاری وصول کرنے والے ہندو نہ مقرر کیے جائین چنانچہ خافی خان لکھتا ہے۔

"صوبہ داران و تعلقہ داران، پیشکاران و دیوانیانِ ہنود را برطرف نمودہ مسلمان مقرر نمایند و کروری محالات خالصہ مسلمانان می نمودہ باشند"

یہ ظاہر ہے کہ ان عہدون پر اکثر کایتھ مقرر ہوتے تھے جو رشوت لینے مین مشہور ہین، اس حکم کو مذہبی تفریق سے کوئی تعلق نہ تھا، لیکن یہ حکم بھی قایم نہ رہا بلکہ اس کی اصلاح اس طرح کر دی گئی کہ ایک پیشکار ہندو، اور ایک مسلمان مقرر کیا جائے، خافی خان لکھتا ہے

"بعد چنان قرار یافت کہ از جملہ پیشکاران دفتر دیوانی و بخشیان سرکار یک پیشکار مسلمان و یک ہندو مقرر نمودہ باشند"[1]

اس انتظام سے اس کے سوا اور کیا مقصد ہو سکتا تھا کہ ہندوون کی رشوتخواری اور غبن کی نگرانی رہے، ورنہ اگر مذہبی تعصب اس کا باعث ہوتا تو مسلمان کو شریک کرنے سے اس کو کیا تعلق تھا،

یہ بحث اگرچہ یہین تک ختم ہو جاتی ہے لیکن چونکہ یورپین مورخون نے نہایت بلند آہنگی سے اس غلط واقعہ کو مشہور کیا ہے اس لیے ہم عالمگیر کے ہندو عہدہ دارون کی ایک فہرست اس موقع پر درج کرتے ہین، اس فہرست کے متعلق، امور ذیل ملحوظ رکھنے چاہئیں۔

۱۔ یہ فہرست سرسری طور سے مآثر عالمگیری سے طیار کی گئی ہے جو عالمگیر کے حالات مین سب سے مقدم تاریخ ہے۔

۲۔ صرف اُن عہدہ دارون کو لیا ہے جو بڑے بڑے عہدون پر مامور تھے عام عہدہ دارون اور اہل فوج کا ذکر نہین،

[1] خافی خان حالات عالمگیر صفحہ ۲۵۲،

۳- صرف اُن عہدہ دارون کو لیا ہی جو اس زمانے کے بعد مقرر ہوئے ہین یا اُس کے بعد تک رہے ہین جب سے عالمگیر کے تعصب کے ظہور کا وقت بیان کیا جاتا ہے،

۴- ان عہدہ دارون مین اکثر مرہٹون کی مہم مین شریک رہے ہین جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اکبر کے زمانے مین ہندو مسلمانون کے ساتھ ہو کر خود اپنے ہم مذہبون سے لڑتے تھے، عالمگیر کے عہد تک یہ طریقہ قایم رہا،

۵- ان مین سے بعض آنریری عہدہ دار تھے، اور فخر کے لحاظ سے عہدہ قبول کرتے تھے،

نام عہدہ دار	ولدیت وغیرہ	سنہ تقرر، یا اضافہ عہدہ، یا عطائے منصب (سنہ جلوس عالمگیری مراد ہی)
راجہ بھیم سنگھ	راج سنگھ مہارانا اودے پور کا بیٹا اور مہارانا جے سنگھ کا بھائی تھا۔	۲۳ جلوس عالمگیری مین دکن آیا اور اور برہانپور کی مہم مین شریک ہوا ۳۸ جلوس مین پنجہزاری کے منصب تک پونچکر مرگیا،
اندر سنگھ	جے سنگھ مہارانا اودے پور کا بھائی تھا	۳۸ مین دو ہزاری ہوا ۴۳ مین سہ ہزاری پر اضافہ ہوا،
بہادر سنگھ	"	۴۳ مین یک ہزار و پانصدی ہوا

نام عہدہ دار	ولدیت وغیرہ	سنہ تقرر، یا اضافہ عہدہ، یا عطاے منصب
راجہ مان سنگھ	پسر راجہ روپ سنگھ	سنہ ۲۲ مین ماندل پور و دھنور کا فوجدار مقرر ہوا سنہ ۲۴ مین سہ ہزاری تک پہنچا
اچلاجی	سیواجی کا داماد تھا	سنہ ۲۹ مین پنجہزاری منصب اور علم و نقارہ وغیرہ ملا،
ارجوجی	سنبھا (پسر سیواجی) کا عمزاد بھائی تھا،	سنہ ۳۰ مین منصب دوہزاری ملا،
مانکوجی	سنبھا کے نوکرون مین تھا	سنہ ۳۱ مین منصب دوہزاری ملا،
راؤ انوپ سنگھ	پسر راؤ کرن	سنہ ۳۱ مین خلعت ملازمت ملا،
راجہ انوپ سنگھ		سنہ ۳۱ مین سکری کا قلعدار مقرر ہوا
راجہ اودیت سنگھ		سنہ ۳۶ مین ایرج کا فوجدار اور دو و نیم ہزاری ہوا،
اودے سنگھ	قلعہ کھیلنا کا قلعہ دار تھا،	سنہ ۴۷ مین سہ ہزار و پانصدی ہوا
باسدیو سنگھ	جندن کرا کا زمیندار تھا	سنہ ۴۹ مین سہ ہزاری ہوا
کانھوجی سرکیہ		پہلے پنجہزاری تھا سنہ ۴۹ مین ایک ہزار کا اضافہ ہوا،

سلہ یہ وہ پرگنے ہین جو مہارانا اودیپور نے جزیہ کے عوض دیے تھے

نام عہدہ دار	ولدیت وغیرہ	سنہ تقرر، یا اضافۂ عہدہ، یا عطاے منصب
سترسال بوندیلہ		سنہ [illegible] مین قلعہ تارا کا قلعہ دار ہوا
بشن سنگھ	پسر کنور کشن سنگھ پسر راجہ رام سنگھ	سنہ ۲۵ مین ہزاری و ۴ صد سوار ہوا
رام چند	کھنالون کا تھانہ دار تھا	سنہ ۲۰ مین دو و نیم ہزاری ہوا
لوک چند	نائب و ملازم شاہزادۂ اعظم شاہ	سنہ ۲۹ مین بہار سنگھ کے شکست دینے کے
		صلہ مین راے رایان کا خطاب ملا،
بہاکو بنجارہ		سنہ ۴۲ مین پنجہزاری منصب ملا
جکیا	نصرت آباد کا دیسکہ تھا	سنہ ۳۰ مین سہ ہزاری ہوا
درگداس راٹھور		سنہ ۲۹ مین سہ ہزاری کا منصب پچال ہوا
سروپ سنگھ	ولد راجہ اودت سنگھ	سنہ ۴۲ مین یکہزاری منصب پر ترقی ہوئی
سوبھان	ستارہ کا قلعہ دار تھا	سنہ ۴۳ مین پنجہزاری منصب مع خلعت
		ونقارہ وغیرہ
شیو سنگھ	راہری کا قلعہ دار تھا	سنہ ۴۳ مین یک و نیم ہزاری ہوا
ماندھاتا	پسر راو کا تھو تعینہ فوج نصرت جنگ	سنہ ۵۱ مین قلعہ بہنت کی تسخیر پر مامور ہوا
کشور داس	ولد منوہر داس گور	سنہ ۴۶ مین شولاپور کا قلعہ دار ہوا
راجہ کلیان سنگھ	بہدلور کا زمیندار تھا	سنہ ۴۸ مین حاضر دربار ہو کر ہفت صدی
		پر دو صدی کا اضافہ ہوا

اس فہرست مین بعض اور باتین لحاظ کے قابل ہین، سب سے مقدم یہ کہ اس مین مہارانا اودے پور کے بیٹے اور بھائی بھی موجود ہین اور اس سے عجیب تر یہ کہ سیواجی کے متعدد عزیز اور رشتہ دارون کے نام نظر آتے ہین، حالات پڑھو تو معلوم ہوگا کہ صرف نام کے عہدہ دار نہ تھے، بلکہ معرکون مین حیرت انگیز جانفشانیان دکھاتے تھے، ان عہدہ دارون مین ہر قسم کے عہدہ دار ہین سپہ فوجی بھی، ملکی بھی، غور کرو، فوجون کی افسری، قلعون کی قلعہ داری، اضلاع کی نظامت و فوجداری، ان سے بڑھکر ذمہ داری اور اعتماد کے کیا عہدے ہوسکتے ہین یہ سب عہدے ہندوؤن کو حاصل تھے،

ان واقعات کے بعد لین پول صاحب کے اس قول پر ایک دفعہ اور نظر ڈالو۔

"راجپوتون نے عالمگیر کی حمایت مین ایک انگلی بھی ہلانی نہ چاہی"

جزیہ لگانا یہ الزام اس لیے قایم کیا جاتا ہے کہ لوگ جزیہ کی حقیقت اور ماہیت سے واقف نہین جزیہ پر ہم نے ایک مفصل علٰحدہ رسالہ لکھا ہے جس کا انگریزی مین بھی ترجمہ ہوگیا ہے، اس کے دیکھنے سے سمجھ مین آسکتا ہے کہ جزیہ کوئی ناگوار چیز نہ تھی بلکہ غیر قومون کے حق مین رحمت تھی، اس مین شک نہین کہ ہندوؤن نے اس سے ناراضی ظاہر کی، لیکن یہ ظاہر ہے کہ جو محصول ایک مدت سے موقوف ہوچکا تھا اُس کا نئے سر سے قایم کیا جانا کیونکر گوارا ہوسکتا تھا،

میلون کا موقوف کرنا اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ عالمگیر نہایت روکھا

پھیکا آدمی تھا، اُس کو میلون ٹھیلون، ناچ رنگ، گانے بجانے، شراب کباب، اور تمام ظاہری نمایش و تکلفات سے نفرت تھی ، ۔ وہ سمجھتا تھا کہ ان چیزون سے اخلاق پر بُرا اثر پڑتا ہے اُس نے خانگی جھگڑون سے فارغ ہونے کے بعد ہی اس طرف توجہ شروع کی سلاطین تیموریہ کے آئین مین داخل تھا کہ بڑے بڑے مشہور گوییے دربار مین ملازم رہتے تھے اور بادشاہ ہر روز ایک وقت خاص اس تفریح مین بسر کرتا تھا، اسی طرح دربار مین شعرا اور منجمین نوکر تھے، عالمگیر نے سنہ [illegible] ہجری مین حکم دیا کہ گوییے دربار مین آئین لیکن گانے نہ پائین، پھر سرے سے موقوف کر دیے، ملک الشعرائی کا عہدہ توڑ دیا، منجمین نکالدیے گئے دربار مین آداب و کورنش کا جو طریقہ تھا موقوف کر دیا۔ بادشاہ جھروکہ مین بیٹھکر اپنے درشن کراتا تھا اور اس سے ایک خاص درشنی فرقہ پیدا ہو گیا تھا جو بغیر بادشاہ کی زیارت کیے ہوئے کچھ کھاتا پیتا نہ تھا، یہ رسم بھی حالانکہ سلطنت کے لیے مفید تھی، موقوف کر دی، محرم مین تابوت نکالا جاتا تھا [illegible] ہجری مین برہان پور مین تابوت کے گشت کے متعلق دو گروہون مین مٹ بھیڑ ہو گئی اور بلوۂ عظیم ہوا اور بڑی خونریزی ہوئی، یہ سنکر حکم دیدیا کہ تابوت نہ نکالے جائین[1]، اسی مدت مین ہندوؤن کے میلے ٹھیلے بھی بند کرا دیے، اس سے بدگمان مورخون نے یہ نتیجہ نکالا کہ اُسنے تعصب مذہبی کے لحاظ سے ایسا کیا،

مدارس کا بند کرانا ایرانی مؤرخین جو عالمگیر کی ہر بات کو عیب کے پیرایہ

[1] خافی خان نے اس واقعہ کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے دیکھو صفحہ ۲۱۳ و ۲۱۴،

مین بیان کرتے ہین، اس بات کے عادی ہین کہ مختص الحالۃ واقعات کو عام کر کے دکھائین، اوپر تم پڑھ آئے ہو کہ شاہجہان کے زمانے مین ہندو مسلمانون پر مذہبی جبر کرنے لگے تھے، داراشکوہ کے طرز عمل نے ان کو اور جری کر دیا تھا، وہ اپنی پاٹ شالون مین مسلمان بچون کو اپنے مذہبی علوم سکھلاتے تھے اور ایسی ترغیب دیتے تھے کہ دور دور سے مسلمان اُن کے مدرسون اور پاٹ شالون مین آتے تھے عالمگیر نے انھین مدرسون کو بند کرایا تھا، بدگمان مورخون نے یہ لکھ دیا کہ ہندوؤن کے تمام مدرسے اور عبادت گاہین ڈھادین، تاہم ان کی تحریر مین بھی اصلیت کا سراغ لگ جاتا ہے، مآثر عالمگیری[۱] مین اس واقعہ کو ان الفاظ مین لکھا ہے،

> بعرض خداوند دین پرور رسید کہ در صوبہ تھتہ و ملتان، خصوص بنارس، برہمنان جہالت نشان در مدارس مقرر بہ تدریس کتب باطلہ اشتغال دارند و راغبان و طالبان از ہندو و مسلمان مسافتہاے بعیدہ طے نمودہ جہت تحصیل علوم شوم نزد آن جماعۃ گمراہ می آیند، احکام اسلام نظام بہ ناظمان کل صوبجات صادر شد کہ مدارس و معابد بیدینان دستخوش انہدام سازند و بہ تاکید اکید طور درس و تدریس و رسم شیوع مذاہب کفر آئینان برانداز ند،

اس عبارت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کن وجوہ سے یہ حکم دیا گیا تھا اور اس کی کیا غرض تھی لیکن متعصب مورخ نے اس حکم کو عموم کے پیرایہ مین لکھ دیا اور یہ اسکی عام عادت ہے، عالمگیر نے بعض خاص ملازمتون سے ہندوؤن کو موقوف کیا تھا،

[۱] صفحہ [illegible]

جس کا ذکر اوپر گذر چکا، لیکن یہ مورخ لکھتا ہے کہ ہندو اہل قلم سرے سے موقوف کر دیے گئے، چنانچہ خاتمۂ کتاب مین لکھتا ہے،

"ہنود اہل قلم یک قلم از عمل معزول گشتہ بودند" (صفحہ ۵۲۸)

پچھلے مورخون نے بھی اس کا اعتبار نہین کیا، خافی خان عالمگیر کے اُن احکام کو بھی لکھ لکھ کر لکھتا ہے جو اُس نے ہندوؤن کے خلاف دیے تھے، لیکن اس واقعہ کا ذکر نہین کرتا،

بت شکنی الزامات عالمگیر کی فہرست مین یہ الزام سب سے زیادہ جلی حرفون مین لکھا جاتا ہے اور کچھ شبہہ نہین کہ اگر عالمگیر نے امن و امان کی حالت مین اپنی رعایا کے تبخانے گرائے ہون تو وہ اسلام کی حقیقت کو نہین سمجھا تھا، خلفائے راشدین سے زیادہ کون اسلام کا حامی ہو سکتا ہے، اُنھون نے سیکڑون ہزارون شہر فتح کیے، دنیا کے بڑے بڑے حصے اُن کے زیر حکومت آئے، اُن کے حالات و واقعات کا ایک ایک حرف اسلامی تاریخون مین موجود ہے، ایک واقعہ بھی منقول نہین جس مین اُن کے ہاتھ سے کسی قوم کے معبد اور پرستش گاہ کو ٹھیس بھی لگی ہو، چنانچہ ہم اس بحث کو نہایت مفصل حقوق الذمیین مین لکھ چکے ہین، عالمگیر نے ان سب کے خلاف کیا تو بے شبہہ اس خاص معاملہ مین وہ اسلام کا جائز قائم مقام نہین تھا، لیکن ہم کو غور سے دیکھنا چاہیے کہ واقعہ کی اصلیت کیا ہے، ایک بڑی غلطی عموماً یہ ہوتی ہے کہ لوگ آج کل کے تمدن اور معاشرت کی عینک سے پچھلے زمانے پر نظر

دلاسکتے ہین، آجکل مذہب اور پالیٹکس بالکل الگ الگ ہین، گورنمنٹ انگریزی اس بات کی بے تکلف اجازت دیتی ہے کہ جس کا جی چاہے شارع عام پر کھڑے ہو کر، عیسائی مذہب پر (جو گورنمنٹ کا مذہب ہے) اعتراض اور نکتہ چینیان کرے اور لوگون کو اپنے مذہب مین لائے، لیکن یہی گورنمنٹ یہ کبھی جائز نہ رکھے گی کہ کوئی شخص مجمع عام مین گورنمنٹ کے طریقۂ سلطنت پر اعتراض کرے اور لوگون کو مخالفت مین اپنا ہم آہنگ بنائے، آج مسلمانون کی مسجدین اور ہندوؤن کے شیوالے کوئی ملکی اثر نہین رکھتے، لیکن قدیم زمانے مین یہی چیزین بغاوتون اور ہنگامون کا صدر مقام بنجاتی تھین، یہی بات تھی کہ ہندو اور مسلمان دونون جب قابو پاتے تھے تو ایک دوسرے کی پرستش گاہون کو صدمہ پہونچاتے تھے تاریخین بھری پڑی ہین کہ ہندو راجاؤن نے جب کبھی قوت اور اقتدار حاصل کیا ہی تو مسجدین ڈھاکر برباد کردی ہین؛

علی عادل شاہ دکنی نے سنہ ۹۶۶ھ مین رام راج کو جو بیجانگر کا راجہ تھا نظام شاہ بحری کے مقابلے مین اپنی مدد کو بلایا تھا۔ لیکن رام راج جب مدد کو آیا تو خود علی عادل شاہ کے ملک مین تمام مسجدین جلادین تاریخ فرشتہ مین ہے

علی عادل شاہ در سنہ ست و ستین و تسعمائہ رام راج را بہ مدد خواندہ باتفاق او بصوب احمد نگر نہضت نمود، از پرندہ تا جیر و از احمد نگر تا دولت آباد اثر معموری نماند و کفار بیجانگر کہ سالہائے دراز طالب چنین منصوبہ بودند دست بیداد دراز کردہ مساجد و مصاحف سوختند۔[1]

[1] تاریخ فرشتہ مطبوعۂ نولکشور جلد دوم صفحہ ۳۶۔

اسی واقعہ کو مورخ مذکور نے دوسرے موقع پر زیادہ تفصیل سے لکھا ہے یعنی یہ کہ علی عادل شاہ نے رام راج کو اس شرط سے اپنی مدد کو بلایا تھا کہ کفار مساجد وغیرہ کی بے حرمتی نہ کریں، با این ہمہ ان لوگون نے اس کے خلاف کیا، چنانچہ اس کے اصلی الفاظ یہ ہین،

چون در دفعہ اول علی عادل شاہ از ستیزۂ حسین نظام شاہ بحری بتنگ آمدہ ناچار رام راج را بمدد طلبید چنان عہد و شرط درمیان آورد کہ کفار ہیچ اگر بواسطہ عداوت دینی اہالی اسلام مضرت جانی رسانیدہ و سنبرو دستگیر نمایند و مساجد را خراب نگردانند لیکن خلاف آن بظہور آمدہ۔ کفار نابکار در بلدۂ احمدنگر در تخریب و تعذیب مسلمانان و ہتک و حرمت ایشان دقیقہ نامرعی نگذاشتند و چنانکہ گذشت در مساجد فرود آمدہ بت پرستی می کردند و ساز نواختہ سرود می گفتند[1]

اس قسم کے اور بہت سے واقعات ہین جنکی تفصیل کی ضرورت نہین تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ ہندوؤن نے عالمگیر کی سلطنت سے پہلے کسقدر زور پکڑ لیا تھا عالمگیر نے جب ان کی تعدیون کو روکنا چاہا تو ان مین ایک شورش پیدا ہوئی ۲۰ ذی قعدہ ۱۰۷۹ھ یعنی تخت نشینی کے بارھوین برس عالمگیر کو جب اطلاع ملی کہ ہندو، مسلمانون کو اپنے مذہبی علوم پڑھاتے ہین تو اُسنے اس کے انسداد کا حکم دیا، اس واقعہ کے مہینہ ہی بھر کے بعد متھرا کے اطراف مین ہندوؤن نے شورش کی جسکے

[1] صفحہ ۳ جلد دوم،

فرو کرنے کے لیئے عبد النبی خان متھرا کا فوجدار متعین کیا گیا اور مارا گیا[۱]، اسی زمانے کے قریب یعنی ۱۰۸۰ھ مین بنارس کا بتخانہ کاشی ناتھ اور متھرا کا وہ بتخانہ جو ابو الفضل کی لوٹ سے نرسنگھ دیو نے بنوایا تھا منہدم کر دیئے گئے، اس کے بعد اودے پور وغیرہ کے بتخانون پر آفت آئی،

ایرانی مخالف مورخون کو کیا غرض تھی کہ وہ بتخانون کے انہدام کا اسباب اور وجوہ لکھتے لیکن واقعات ذیل آج بھی معلوم ہین، ان کو فلسفیانہ اصول سے ترتیب دو تو اصل حقیقت صاف معلوم ہو جائیگی،

۱ شاہجہان کے ساتوین سال حکومت تک، ہندوؤن کا یہ زور تھا کہ مسجدونکو توڑکر اپنے تصرف مین لاتے تھے اور شریف مسلمان عورتونکو بجبر گھر مین ڈال لیتے تھے،

۲ دارا شکوہ جو شاہجہان کے اخیر زمانے مین سلطنت کے کاروبار کا مالک ہو گیا تھا، ہمہ تن ہندو پرست تھا،

۳ عالمگیر کے بارھوین سال حکومت تک، ہندوؤن کا یہ حال تھا کہ علمائے مسلمانون کو اپنے مذہبی علوم کی تعلیم دیتے تھے،

۴ عالمگیر نے جب اس تعلیم کو بند کرنا چاہا تو ہندوؤن مین شورش شروع ہوئی، ۱۰۸۱ھ مطابق سال ۱۲ جلوس عالمگیری مین کھندیلہ کے راجپوتون نے شورش[۲]

---

[۱] مآثر عالمگیری،

[۲] مآثر عالمگیری،

کی اور ان پر فوج کشی کی گئی اور وہان کے بتخانے توڑے گئے، اسی سال عام شورش برپا ہوئی اور جودھپور اور اودے پور کی ریاستین بغاوت کا مرکز بنین،

۵ عالمگیر نے اس بنا پر جودھپور اور اودے پور پر فوج کشی کی اور وہان کے بتخانے غارت کرا دیے،

جس قدر بتخانے توڑے گئے، اُنھین مقامات کے توڑے گئے جہان پر زور بغاوتین برپا ہوئین،

عالمگیر ۲۰ برس تک دکن مین رہا، ان ممالک مین ہزارون بتخانے تھے لیکن کسی تاریخ مین ایک حرف بھی نہین ملسکتا کہ اس نے کسی بتخانے کو ہاتھ بھی لگایا ہو الورہ کے مشہور مندر مین سیکڑون تصویرین اور بت ہین عالمگیر اسی نواح مین الورہ سے میل دو میل کے فاصلہ پر مدفون ہے بڑے بڑے بزرگان دین کا یہان مزار ہے جو عالمگیر سے بہت پہلے گذرے، لیکن یہ بت اور تصویرین آج تک موجود ہین، مآثر عالمگیری کا مصنف جو خود عالمگیر کا ایک عہدہ دار تھا اور جس کو بتخانون کے توڑنے کے ذکر مین مزہ آتا ہے اور مزے لے لیکر اس کا ذکر کرتا ہے الورہ کا ذکر نہایت تعریف کے ساتھ کرتا ہے اور اخیر مین لکھتا ہے،

"بہ ہیچ سیر گاہے ست نظر فریب حیز بدین تحریر یا ہیت راست نیاید، خامہ تا کجا صحو امنبار بر آرائد"

لہ صفحہ ۲۳۰

یورپین اور ہندو مورخ کہتے ہین کہ عالمگیر نے چونکہ بتخانے گرائے اس لیے بغاوت ہوئی لیکن واقعہ یہ ہے کہ بغاوت ہوئی اس لیے بتخانے گرائے عالمگیر کا بتخانون کا گرانا ایسا ہی تھا جیسا کہ آج ایسے روشن زمانے مین مہدی سوڈانی کے مقبرہ کو برباد کرا دیا گیا۔

سنہ جلوس مین جب ہندوستان مین امن و امان قایم ہوگیا اور عالمگیر دکن کو روانہ ہوگیا تو بتخانون کے گرانے کا ایک واقعہ بھی کہین تاریخون مین نظر نہین آتا، دکن مین اسلامی سلطنتون یعنے گولکنڈہ اور بیجاپور سے مقابلہ تھا اس لیے کسی بتخانے سے تعرض نہین کیا گیا، ورنہ اگر مذہبی تعصب ہوتا، تو یہان اس کا سب سے اچھا موقع تھا،

عالمگیر تو بقول مخالفون کے، متعصب تھا لیکن نہایت عادل اور غیر متعصب بادشاہ شاہجہان کو بھی ایسے موقع پر عالمگیر بننا پڑا، شاہجہان نامہ عبدالحمید لاہوری مین جو خود شاہجہان کی زیر نگرانی لکھا گیا ہے، یہ واقعہ ان الفاظ مین مذکور ہے،

"حضرت جنت مکانی (یعنی جہانگیر) در بنارس کہ منشائے کفر و ضلال و منلائے [illegible] بود بل است بتخانہ بسیار احداث یافتہ، ناتمام ماندہ است، و برخے از متمولان کفرہ فجرہ می خواہند کہ باتمام رسانند شہنشاہ دین پناہ حکم فرمودہ بودند کہ بہ بنارس و بہ دیگر محال ممالک محروسہ ہر جا بتخانہ احداث یافتہ باشد آن را براندازند،

درین ولا از عرضہ داشت وقائع نگار صوبہ الہ آباد معروض گشت کہ ہفتاد و شش

بتخانہ در خطۂ بنارس بہ خاک برابر گردید[۱]،

شاہ جہان کوئی متعصب بادشاہ نہ تھا، لیکن وہ جانتا تھا کہ اس کثرت سے نئے نئے بتخانون کا بلا اجازت تعمیر کرنا، اسی سلسلہ مین داخل ہے جس کی بدولت ہندو اسلامی مساجد و معابد کو بتخانے بنانے کی جرأت کرنے لگے ہین، چنانچہ اُس نے نئے بتخانون کو تڑوا کر ہندؤن کی ملکی قوت کا استیصال کر دیا، عالمگیر نے بھی یہی بلکہ اس سے کم کیا، اُس نے بنارس کا صرف ایک بت تڑوایا اور متھرا کا وہ بتخانہ جو مسلمانون کے مال سے بنا تھا، اگر یہ جرم ہے تو ہم عالمگیر کو اس جرم سے نہین بچا سکتے،

عالمگیر اور باپ بھائیون کے ساتھ بیرحمی

عالمگیر کے فرد جرم کا یہ سب سے اخیر نمبر ہے، لیکن اسکے دامن اوصاف کا سب سے زیادہ بدنما داغ ہے، اور جرائم کی نسبت عالمگیر کا ایک حامی کہہ سکتا ہے کہ اگر غیر سلطنتون کا تسخیر کرنا جرم ہے تو مجرمون کی صف مین سکندر اور نپولین کو سب سے آگے کھڑا کرنا چاہیے، اگر مرہٹون کی بغاوت کا دبانا گناہ ہے تو پہلا مجرم شاہ جہان صاحبقران ثانی ہے، اگر راجپوت ریاستون پر لشکر کشی کرنا الزام ہے، تو فرد جرم مین سب سے اوپر اکبر اعظم کا نام ہونا چاہیے جس نے سب سے

[۱] شاہ جہان نامہ مطبوعہ کلکتہ جلد اول صفحہ ۲۰۵ و ۲۰۴ حالات سنہ جلوس شاہ جہانی۔

پہلے جے پور پر چڑھائی کی اور اُس وقت تک اس ارادے سے باز نہ آیا جبتک راجہ زادیاں، تیموری حرم مین نہ آگئین، اگر ہندؤون کو بڑے معزز عہدے نہ دینا خلاف انصاف ہے تو یورپ کی نسبت کیا کہا جائیگا جس نے آجتک اپنی قوم کے سوا کسی کو وزارت یا سپہ سالاری کے عہدے پر ممتاز نہین کیا،

لیکن عالمگیر کا حامی اس کا کیا جواب دے سکتا ہے، کہ عالمگیر کے دامن پر بھائیون کے خون کی چھینٹین ہین، اور اس کے مظلومون مین خود اس کا نامور باپ شاہجہان بھی قیدخانے کی کڑیان جھیل رہا ہے،

بے شبہہ ہم کو ٹھنڈے دل سے بے رو رعایت ان جرائم کی تحقیقات کرنی چاہیئے، اور نہایت احتیاط رکھنی چاہیئے کہ میزان عدل کا پلہ طرفداری کے رُخ نہ جھک جائے،

عالمگیر کے حالات کے متعلق، آج بہت سی کتابین موجود ہین لیکن اصول تاریخ کی رو سے ہم کو صرف اُن کتابون پر اعتماد کرنا ہوگا جو مین عالمگیر کے عہد مین لکھی گئین ہین اس قسم کی کتابین حسب ذیل ہین،

عالمگیر نامہ کاظم شیرازی، اس مین ابتدا سے دس برس تک کے حالات ہین اس کا مسودہ خود عالمگیر کو دکھایا جاتا تھا

مآثر عالمگیری، مستعدخان ساقی کی تصنیف ہے جو عالمگیر کا عہدہ دار تھا، لیکن دس برس اول کے حالات اُس نے صرف عالمگیر نامہ کے حوالے

سے لکھے ہین اور اُسی کو مختصر کر دیا ہے

منتخب اللباب خافی خان، اس کا باپ عالمگیر کی فوج مین شریک تھا خود خافی خان بھی اخیر زمانے مین عالمگیری عہدہ داروں مین داخل ہو گیا تھا، یہ کتاب عالمگیر کی وفات کے دس برس بعد لکھی گئی ہے، (یہ تینون کتابین کلکتہ مین چھپ گئی ہین)

واقعات عالمگیری، عاقل خان کی تصنیف ہے جو عالمگیری امرا مین ہے، یہ کتاب گو عالمگیر کے زمانے مین لکھی گئی لیکن اس سے چھپا کر لکھی گئی چنانچہ خافی خان نے خود تصریح کی ہے، اور اسی بنا پر نہایت آزادی سے پوست کندہ حالات لکھے ہین،

سفرنامہ ڈاکٹر برنیر، اس نے اپنی چشم دید حالات لکھے ہین،

فیاض القوانین، اس مین سلاطین ہندوستان و ایران اور مرزا مراد و شجاع، عالمگیر اور امراے تیموریہ کے خطوط ہین، مرزا مراد کے خطوط مین اس حالت کے ہین جب وہ عالمگیر کے ساتھ ملکر دارا شکوہ کے مقابلے پر جانے کی طیاریان کر رہا تھا، ان خطوط اور فرامین کو ملا فیاض نے سنہ ۱۰۶۳ھ مین جمع کیا تھا، اسکا قلمی نسخہ ہمارے دوست نواب علی حسن خان کے کتبخانے مین موجود ہے، اور ہمارے پیش نظر ہے،

ان مین سے پہلی اور دوسری کتاب مین اگرچہ تفصیلی حالات ہین اور وہ

عالمگیر کی حمایت کے لیے زیادہ مفید ہین لیکن ہم اس لیے اُن سے استناد نہین کرسکتے کہ عالمگیر نامہ گویا خود عالمگیر کی تصنیف ہے اور ماآثر کا وہ حصہ جس مین واقعات مذکور ہین عالمگیر نامہ ہی سے ماخوذ ہے ان کتابون سے ہم صرف اُن موقعون پر استناد کرینگے جہان اور مورخین بھی ان کے ہم زبان ہین، شیعہ و سنی کا تفرقہ کرنا اگرچہ ہم کو نہایت ناگوار ہے اور ہم اُن دشمنان قوم کو نہایت کمینہ خصلت سمجھتے ہین جو اسلامی فرقون مین باہم ناگواری پیدا کرتے ہین یہان تک کہ بعضون نے اس کو معاش کا ذریعہ بنالیا ہے لیکن واقعہ نگاری کے فرض کے لحاظ سے مجبوراً یہ کہنا پڑا ہے کہ عالمگیر سنی تھا اور اُس کے تمام مورخین یعنے نعمت خان، کاظم شیرازی، عاقل خان خافی خان شیعی تھے اس سے یہ غرض نہین کہ ان مورخین کا بیان اختلاف مذہب کی بنا پر ناقابل اعتبار ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ ایشیائی مورخین کی طبیعتون پر اختلاف مذہب کا خواہ مخواہ اثر پڑتا ہے اور سچ پوچھو تو یورپ کے مورخین بھی اس سے خالی نہین، صرف یہ فرق ہے کہ یورپین مورخین جس حسن سے تعصب کا استعمال کرتے ہین ایشیائی مورخ نہین کرسکتے،

شاہ جہان کی قید شاہ جہان کی قید کا الزام اگرچہ ایسا مہتم بالشان واقعہ ہے جس کے لیے مستقل اور جداگانہ عنوان قایم کرنا چاہیے تھا لیکن اس کا سلسلہ دارا شکوہ کے واقعہ سے اس قدر ملا ہوا ہے کہ دونو ایک دوسرے سے الگ نہین ہوسکتے،

دارا شکوہ[1] شاہ جہان کا سب سے بڑا اور سب سے چہیتا بیٹا تھا، ولیعہ

[1] یہ مسلسل واقعات تمام تر خافی خان سے لیے گئے ہین جہان کوئی بات اس سے الگ ہے وہان خاص ماخذ کا حوالہ دیا ہے

۱۰۶۸ھ ہجری مین شاہ جہان حبس بول کے عارضہ مین گرفتار ہو کر کاروبار سلطنت سے
معذور ہو گیا۔ دارا شکوہ نے موقع پاکر عنان سلطنت اپنے ہاتھ مین لی اور سب سے
پہلا کام یہ کیا کہ مرزا شجاع، مراد، عالمگیر کے جو سفرا دربار مین رہتے تھے اُن کو بلوا کر
چلکا لیا کہ دربار کی کوئی خبر بھیجنے نہ پائے، اس کے ساتھ بنگال گجرات اور دکن کے
راستے بند کرا دیے کہ مسافر آنے جانے نہ پائین، جس سے مقصد یہ تھا کہ مراد، شجاع
اور عالمگیر کو جو ان صوبون مین حکومت پر مامور تھے خبر نہ ہونے پائے، لیکن یہ واقعہ
ایسا نہ تھا کہ چھپائے چھپ سکتا چنانچہ تمام صوبون مین خبر ہو گئی اور تمام ملک مین
بغاوتین برپا ہونے لگین، سب سے پہلے شجاع نے جو دارا شکوہ سے چھوٹا اور
عالمگیر سے بڑا تھا بنگال مین اپنی بادشاہی کا اعلان دیدیا، اسی طرح مراد نے احمدآباد
و گجرات مین سکہ و خطبہ جاری کیا، لیکن عالمگیر نے کسی قسم کی خودسری اختیار نہین کی
عالمگیر اس زمانے مین شاہ جہان کے حکم سے گلبرگہ کے محاصرہ مین مصروف
تھا قریب تھا کہ وہ فتح ہو جائے دفعتہ اُن تمام افسرون کے نام جو عالمگیر کی فوج مین شامل
تھے دارا شکوہ نے شاہ جہان کی طرف سے حکم بھجوا دیا کہ فوراً عالمگیر کا ساتھ چھوڑ کر
دربار مین چلے آئین مجبوراً عالمگیر نے والی بیجاپور سے ایک کروڑ روپیہ نذرانہ پر
صلح کر لی اور یہ مہم ناتمام رہ گئی، دارا شکوہ نے اسی پر قناعت نہ کی بلکہ عیسیٰ بیگ
کو جو عالمگیر کی طرف سے پائے تخت مین سفیر تھا قید کر کے اُس کا گھر ضبط کر لیا،
اسی کے ساتھ مہاراجہ جسونت سنگھ والی جودھپور کو فوج اور توپ خانہ دیکر گجرات

کی طرف روانہ کیا کہ عالمگیر اپنی جگہ سے اگر حرکت کرے تو اُس سے معرکہ آرا ہو،

عالمگیر جمادی الاولی ۱۰۶۸ھ ہجری کی بارھوین تاریخ یعنے شاہ جہان کی بیماری کے پانچوین مہینے بیجاپور سے روانہ ہوکر ۲۵- کو برہان پور مین آیا، یہان ایک مہینے تک ٹھہرا اور پایۂ تخت کی خبرین بہم پہونچاتا رہا اس سے پہلے مرزا مراد سے قرار داد ہو چکی تھی کہ فلان مقام پر دونون کا اجتماع ہوگا، چنانچہ ۲۰ رجب ۱۰۶۸ھ ہجری کو دونون بھائی دیبال پور مین زیدا اکٹھے ہوگئے، یہ خبر سنکر مہاراجہ جسونت سنگھ فوجین لیے ہوئے بڑھا اور عالمگیر کے پڑاؤ سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر خیمہ زن ہوا، عالمگیر نے کب کلس برہمن کو جو بھاکا کا مشہور شاعر تھا، راجہ کے پاس بھیجا کہ ہم لوگ صرف والد قبلہ کی عیادت کی غرض سے جا رہے ہین آپ سد راہ نہ ہو جئے لیکن راجہ نے نہ مانا اور سخت معرکہ ہوا، راجہ نے شکست کھائی اور وطن کی طرف بھاگا، تاریخ مین یہ واقعہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ راجہ جب بھاگ کر وطن مین پہونچا تو اُس کی بیوی نے اُس کو اپنے پاس آنے نہ دیا اور تمام عمر کبھی اس سے ہمبستر نہین ہوئی کہ پیٹھ دکھانے والا میری مصاحبتی کے قابل نہین،

شاہ جہان آگرہ سے دلی جا رہا تھا کہ جسونت سنگھ کے شکست کی خبر پہونچی، ہر چند شاہ جہان کو آگرہ کی آب و ہوا ناموافق تھی اور اس وجہ سے آگرہ کو آنا واپس نہین چاہتا تھا لیکن اس وقت وہ مردہ بدست زندہ تھا، دارا شکوہ

اُس کو اُلٹا آگرہ مین لایا اور خود ساٹھ ہزار سوار کے ساتھ عالمگیر کے مقابلے کو نکلا شاہ جہان نے بار بار بنہایت اصرار کے ساتھ سمجھایا کہ تمہارا جانا خلاف مصلحت ہے مین خود جا کر اس فتنہ کو فرو کیے دیتا ہون، چنانچہ حکم دیا کہ پیش خیمہ باہر نصب کیا جائے لیکن دارا شکوہ نے جانے نہ دیا، اور ۱۶ - شعبان ۱۰۶۸ ہجری کو آگرہ سے روانہ ہو کر سموگڈھ مین خیمہ زن ہوا جہان عالمگیر اور مرزا مراد فوجین لیے ہوئے پڑے تھے بڑے زور و شور کا معرکہ ہوا نتیجہ عالمگیر کی فتح تھی، اس معرکہ مین مرزا مراد نے اس ثابت قدمی سے جنگ کی کہ اگرچہ اُس کے ہاتھی کا ہودہ تیرون سے چھن گیا تھا اور خود لہولہان ہو گیا تھا تاہم پہاڑ کی طرح ڈٹا ہوا تیر برساتا رہا، یہ ہودہ فرخ سیر کے زمانے تک یادگار کے طور پر قلعہ مین محفوظ رہا اور جب سادات بارہ نے سرکشی کی تو بادشاہ بیگم نے (عالمگیر کی بیٹی) اسی ہودہ کو دکھلا کر کہا کہ تیموری نسل کی یہ یادگارین ہین،

دارا شکوہ نے آگرہ مین جا کر دم لیا اور شرم کے مارے شاہ جہان کے پاس نہ گیا شاہ جہان نے مشورہ اور صلاح کے لیے بار بار بلا بھیجا لیکن دارا شکوہ اسی رات اہل و عیال کے ساتھ نکلکر لاہور کے ارادہ سے دلی روانہ ہوا[۱]،

۱۷ - رمضان ۱۰۶۸ ہجری کو عالمگیر نے شہزادہ محمد سلطان کو بھیجا کہ قلعۂ شاہی پر جا کر قبضہ کرلے اور شاہ جہان کی خدمت مین جا کر عرض کرے کہ حضور اب قلعہ

---

[۱] خافی خان جلد دوم صفحہ ۳۰،

سے باہر تشریف نہ لائین، یہی اخیر واقعہ ہے جو عالمگیر کے اخلاقی مرقع کی سب سے زیادہ بدنما تصویر ہے،

تمام واقعات کا یہ سرسری خاکہ ہو جو سرتاپا خافی خان کے بیان سے ماخوذ ہے، اصل بحث کے طے کرنے سے پہلے تھوڑی دیر کے لیے ہمکو شاہجہان سے رخصت ہوکر، دارا شکوہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے،

واقعات گذشتہ مین دارا کے کارنامے حسب ذیل ہین،

(۱) شاہجہان کے بیمار ہونے کے ساتھ مرزا مراد عالمگیر اور شجاع کے جو وکلا شاہجہان کے دربار مین رہتے تھے اُن سے مچلکا لیا کہ شاہجہان، اور دربار کے حالات نہ لکھنے پائین،

(۲) بنگال، گجرات اور دکن کے راستے بند کرادیے کہ مسافرون کے ذریعے سے کسی کو خبر نہ ہونے پائے،

(۳) عالمگیر کے وکیل کا گھر ضبط کرکے اسکو قید کردیا،

(۴) عالمگیر جب بیجاپور کے محاصرہ مین مشغول تھا تو تمام افسرون کو جو اُسکے ساتھ تھے بلوالیا،

(۵) بغیر اسکے کہ کسی شاہزادے کی طرف سے کوئی پیشقدمی ہوئی ہو مراد عالمگیر اور شجاع کے مقابلے کے لیے فوجین روانہ کین،

یہ وہ واقعات ہین جن سے کسی مورخ کو انکار نہین، لیکن یہ اطمینان

کے لیے بعض ضروری واقعات کے متعلق نہایت مستند شہادتین بھی نقل کرتے ہین ،

مین محاصرہ گلبرگہ کیوقت عالمگیر کے افسرون اور فوج کو بلا لینا

درین اثنا وقطعہ فرمان کرحسب الالتماس دارا شکوہ بنام مہابت خان وراو ستر سال از درگاہ عالم پناہ شرف اصدار پذیرفتہ بود پر توصدور یافت ومناشیر مطالعہ حسن اندراج یافتہ بود کہ مہابت جنگ ۃ وراو ستر سال باکل راجپوتیہ با اصلا برخصت شاہزادہ والا گہر (یعنے عالمگیر) مقید نشدہ روانہ گردند ۃ ازین راہ دہن وسستی تمام بحال اُردوے معلے شاہی (یعنے عالمگیر) راہ یافتہ استقلال وبنائے ثبات وقرار جنود نصرت موعود متزلزل ومتخلل گردید (واقعات عالمگیری از عاقل خان)

ان سب باتون پر بھی عالمگیر نے کسی قسم کی پیشدستی نہ کی بلکہ جب مراد اور شجاع نے اپنے اپنے صوبوںمین اپنی بادشاہت کا اعلان کیا تب بھی عالمگیر نے کوئی کارروائی نہ کی بلکہ مراد کو خط لکھا کہ ابھی حضور اقدس زندہ ہین ، ہم لوگون کو اپنی جگہ سے ہلنا نامناسب ہے اور سورت پر تم نے جو فوج بھیجی ، یہ نامناسب تھا ، چنانچہ مراد نے عالمگیر کو جو خط لکھا ہے اس مین لکھتا ہے:

انچہ اندراج یافتہ کہ چون تا حال خبر وقوع قضیہ ناگذیر (یعنے شاہجہان کی وفات) بما نرسیدہ وبلکہ آثار صحت ظاہری شود از جائے خود حرکت کردن بہ اظہار

مطلب مراتب پرداختن مناسب نمی نماید اگر آن برادر نیز بعد از تحقیق اخبار،
افواج بصورت می فرستاد و دورین کار تعجیل نمی رفت بجز دوالی آنزمان حسن القوانین

(منشآت مکاتیب مجموعہ وغیرہ)

عالمگیر و مراد کے وکلا کا نظر بند کرنا اور واقعہ نویسی سے روکنا

وکلاے ما برادران یعنی نظر بند اند کہ محمد دینے دارا شکوہ آجبی گماشتہ کہ در حضر و سفر بود در خانہ آشنائی باشند و مقرر نمود کہ اخبار و سوانح آن جا را مطابق گفتہ میر صالح برادر دوش قلم بجا نویسند

(ریاض القوانین)

عالمگیر کے وکیل کا گھر ضبط کرنا

عیسی بیگ وکیل سرکار دینے عالمگیر را بی صدور جرمی محبوس ساختہ بضبط اموال واشتہ او فرمان داد بد، (مآثر عالمگیری

مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۲)

واقعات مذکورۂ بالا کے ثابت ہونے کے بعد اب سوال یہ ہے کہ آغاز کارروائی سے اخیر تک دارا شکوہ اور عالمگیر دونون مین سے کون تقصیر وار ہے، خبرون کا روکنا، عالمگیر کے وکلا کا نظر بند کرنا، عالمگیر کی جاگیر کا ضبط کرنا، عین جنگ کی حالت مین عالمگیر کے اُمرا اور فوج کا اُس کے پاس سے بلوا لینا، مہاراجہ جسونت سنگھ کو عالمگیر کے مقابلے پر مامور کرنا، کیسے افعال ہین؟ اور کیا ان مین سے کسی فعل کے جائز ہونے کی کوئی وجہ بتائی جا سکتی ہے؟

سلہ صوبہ برار عالمگیر کی جاگیر مین تھا، دارا شکوہ نے اسکو ضبط کر لیا، عالمگیر کے خطوط مین بار بار اسکا ذکر آیا ہے،

تم کہ سکتے ہو کہ یہ سب دارا شکوہ کے افعال ہین، ان کو شاہ جہان کے واقعہ کی بحث مین پیش کرنا کس قدر غلط طریق استدلال ہے، لیکن عالمگیر کی تمام کارروائیان جو ابتک اُس نے کین، یعنے دکن سے روانہ ہوا، راہ مین جسونت سنگھ نے دارا شکوہ کی طرف سے روکا تو اُسکو لڑکر شکست دی، آگرہ مین آیا، یہ سب دارا شکوہ ہی کے مقابل مین تھین، شاہ جہان کی بحث مین ان واقعات کے ذکر کرنے کی یہ وجہ ہے کہ سادہ دل مورخین ان واقعات کو بھی اس نج پر عالمگیر کی ناسزا حرکات مین شمار کرتے ہین کہ یہ سب باتین گویا شاہ جہان کے مقابلہ مین تھین،

اس مین کوئی شبہ نہین کہ اس زمانے مین شاہ جہان ہمہ تن مجبور رہکر دارا شکوہ کے قبضے مین آگیا تھا، اور وہ جو کچھ چاہتا تھا شاہ جہان کے نام سے کرتا تھا،

خافی خان کے بیان مین اوپر تم پڑھ آئے ہو کہ شاہ جہان آگرہ مین نہین آنا چاہتا تھا دارا شکوہ نے مجبور کیا، دارا شکوہ جب فوج لیکر چلا تو شاہ جہان نے بہت روکا لیکن دارا شکوہ نے نہ مانا، شاہ جہان نے عالمگیر کے معاملہ طے کرنے کے لیے خود جانا چاہا، دارا شکوہ نے نہ جانے دیا،

ڈاکٹر برنیر اپنے سفرنامہ مین لکھتا ہے،

"ان دنون شاہ جہان کا فی الواقع بہت پتلا حال تھا اور علاوہ شدائد روز

تکالیف مرض وہ حقیقۃً دارا شکوہ کے پرجوش کشی مین پھنسا ہوا تھا (ترجمہ سفرنامہ برنیر، جلد اول صفحہ ۷)

مراد ایک خط مین عالمگیر کو لکھتا ہے،

اما بہ اجمال ظاہر شد کہ آن طرف (یعنی دارا شکوہ) استقلال و تسلط تمامی کہ نداشت یافتہ حل و عقد امور حضور اقدس (شاہ جہان) بہ قبضۂ اقتدار خود آوردہ

ان سب سے بڑھکر یہ کہ دارا شکوہ نے یہ مشق بہم پہونچائی تھی کہ شاہ جہان کے خط مین بالکل خط ملا دیتا تھا، اور فرامین پر شاہ جہان کے دستخط اپنے ہاتھ سے بناتا تھا، مراد ایک خط مین عالمگیر کو لکھتا ہے،

و مہمہ (دارا شکوہ) خود تقلید خط اقدس (شاہ جہان) را بہ مرتبہ کمال رسانیدہ بر فرامین دستخط می کند،

ان موقعون پر مراد کا بیان اس لیے نہایت وثوق کے قابل ہے کہ وہ یہ واقعات عالمگیر کو لکھ رہا ہے اس لیے یہ احتمال نہیں ہو سکتا کہ عوام کے دھوکا دینے کے لیے لکھتا ہو، مراد اور عالمگیر اسوقت تک ہمراز اور ہمدرد ہین،

واقعات مذکورہ کی بنا پر عالمگیر کو صرف انھین احکام کی پابندی ضرور تھی جو شاہ جہان کے اصلی احکام تھے، اور یہ ظاہر ہے کہ جسونت سنگھ کا عالمگیر کے مقابلے پر بھیجنا، دارا شکوہ کی شرارت تھی، شاہ جہان اس پر راضی نہ تھا،

لہ مراد کے خطوط کی عبارتین مکاتیب تیموریہ سے نقل کی گئی ہین جسکا نام فیاض القوانین ہے،

دارا شکوہ کے مقابلے مین عالمگیر کا آمادۂ جنگ ہونا حفاظت خود اختیاری کا ضروری فرض تھا، ڈاکٹر برنیر عالمگیر کا سب سے بڑا دشمن ہی، تاہم ان بھائیون کے ارادۂ جنگ کے متعلق لکھتا ہے،

واقعی اُن کو اپنے اس ارادے سے دست بردار ہونا مشکل بھی تھا کیونکہ فتحیابی کی حالت مین تو تخت کی امید تھی اور شکست کی صورت مین جان جانے کا یقین کلی تھا اور اب صرف دو ہی باتین تھین، یا موت یا سلطنت اور جس طرح شاہ جہان خاص اپنے بھائیون کے خون سے ہاتھ بھرکر تخت نشین ہوا تھا اسی طرح ان کو یقین واثق تھا کہ اگر ہم اپنی امیدون مین ناکامیاب رہینگے تو غالب اور فتحیاب حسد کے مارے ہم کو ضرور قتل کرا دیگا، (ترجمہ سفرنامۂ برنیر صفحہ ۴۶ و ۴۷)

لین پول صاحب لکھتے ہین،

اورنگ زیب یہ ضرور جانتا ہوگا کہ بھائیون مین کسی ایک کی تخت نشینی سے یا تو وہ قید کر لیا جائے گا یا مارا جائے گا اور اُس نے اپنے دل مین ایک مصمم ارادہ کر لیا ہوگا حفاظتِ خود اختیاری مین اُس کا فرض تھا کہ حصول بادشاہت کے لیے وہ بھی ایک نیلامی بولی بولے، (ترجمہ اورنگ زیب مصنفۂ لین پول، صفحہ ۳۱)

بہرحال عالمگیر جسونت سنگھ اور دارا شکوہ سے لڑا اور اُنکو شکست دی،

لیکن ایک عرضداشت کے ذریعے سے شاہجہان کو ان تمام واقعات کی خبر دی، شاہجہان نے دست خاص سے تسلی نامہ لکھکر بھیجا، پھر انعام کے طور پر ایک تلوار بھیجی جس پر عالمگیر کا لفظ منقوش تھا چنانچہ عالمگیر نے ان واقعات کو تفصیلاً لکھا ہے،

عالمگیر کا نکتہ چین اس موقع پر یہ کہسکتا ہے کہ عالمگیر نے اور جو کچھ کیا حالت خود اختیاری کی وجہ سے کیا، لیکن جب وہ جسونت سنگھ کو شکست دیکر آگرہ کے قریب پہونچگیا، اور شاہجہان نے اُس کو بار بار بلایا، اور نہایت شفقت آمیز خط لکھے، تحفے اور انعام بھیجے اور سب سے بڑھکر سلطنت کی تقسیم اس طرح کرنی چاہی جس سے بڑھکر عالمگیر کے حق مین کوئی بات نہین ہوسکتی تھی، یعنے یہ کہ داراشکوہ کو پنجاب وکابل، اور مراد کو گجرات، اور شجاع کو بنگال دیا جائے، اور عالمگیر کو ولیعہدی کا منصب اور پایۂ تخت کی سلطنت دیجائے، تو اس حالت مین باپ کی نافرمانی کرنا گستاخی سے پیش آنا، اور بالآخر قلعہ مین نظربند کردینا، اخلاق کے مذہب مین کفر سے بدتر ہے،

لیکن تحقیق طلب یہ ہے کہ کیا شاہجہان فی الواقع وہی کرنا چاہتا تھا جو کہتا تھا؟ اسلامی تعلق سے شاہجہان اور عالمگیر دونون یکسان واجب التعظیم ہین، گو وہ خلیفہ نہین لیکن لغوی معنون مین (نہ شرعی) امیرالمومنین ہین، میرا دل کہتا ہے کہ ان مین سے کسی کو ملزم ٹھہراؤن، لیکن سچائی اور تاریخ نویسی کا کیا فرض ہو؟ شاہجہان

اور عالمگیر دونون قابل ادب ہین، لیکن دونون سے بڑھکر بھی ایک چیز ہے "حق اور راستی" اور مجکو اسی اعلیٰ تر چیز کے سامنے گردن جھکا دینی چاہیے،

تمام مورخین مین عاقل خان نے اس واقعہ کو نہایت تفصیل سے لکھا ہی، عالمگیر کے نام شاہ جہان کے درد انگیز خطوط جن سے پتھر کا دل پانی ہو جاتا ہی بعینہٖ نقل کیے ہین، نواب جہان آرا بیگم نے شاہ جہان کے اشارے سے جو خط عالمگیر کو لکھا ہے وہ بھی نقل کیا ہے، عالمگیر کو جو لوگ شاہ جہان کی خدمت مین حاضر ہونے سے روکتے تھے "انکو فتنہ پرداز اور مفسد سے تعبیر کیا ہے" اور یہ تمام داستان، اس تفصیل، اس زور، اس درد کے ساتھ لکھی ہے، کہ پڑھنے والے کے منھ سے بے اختیار عالمگیر کے حق مین نفرین نکلجاتی ہے، لیکن بالآخر جب یہ موقع آتا ہے کہ عالمگیر باپ کی خدمت مین حاضر ہونے کے لیے قیام گاہ سے نکلتا ہے اور اُس کے مقربین اُس کو روکتے ہین، تو اسی مورخ (عاقل خان) کو یہ لکھنا پڑتا ہے،

درین اثنا کہ آن حضرت (عالمگیر) بعزم مبارک بہ جانب دولت سگالان داشتہ متردد بودند ناگاہ ناہر دل خان چیلہ رسید فرمانے کہ بندگان اعلیٰ حضرت (شاہ جہان) بہ خط مبارک بہ دارا شکوہ نوشتہ از راہ اعتماد بہ کمال اہتمام و احتیاط بہ او حوالہ فرمودند کہ اصلاً احدے را بر این

مین اُس وقت کہ عالمگیر خیر خواہان دولت کی باتین سنکر سوچ رہا تھا کہ کیا کیا جائے، دفعۃً ناہر دل خان چیلہ سامنے سے نکلا شاہ جہان نے خود اپنے ہاتھ سے دارا شکوہ کے نام خط لکھکر بڑی احتیاط سے اُنکے حوالہ کیا تھا

راز وقوف نہ دادہ خود را بعنوان شبگیر و یلغار بہ دارالخلافت شاہجہان آباد نزد دارا شکوہ رساند و فرمان را بہ آنجناب رسانیدہ و جواب بیاردہ و در نظر انور حضرت جہان پناہی در آوردہ مضمون آن منشور ناطق بدان بود کہ دارا شکوہ خاطر خود را جمع کردہ در شاہجہان آباد ثبات قدم ورزد و ازان جا بیشتر نگزرد کہ ما این جا مہم را فیصل می فرمائیم۔ این فرمان مصدق و مصداق قول خیر خواہان آمدہ۔

کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہونے پائے اور یلغار کرتے ہوئے دارا شکوہ کے پاس سے جواب لای، خط کا مطلب یہ تھا کہ تم (دارا شکوہ) مطمئن ہو کر دلی سے آگے نہ بڑھو، اور وہیں قیام کرو۔ ہم یہاں قصہ فیصل کیے دیتے ہیں،

اس خط سے عالمگیر کے ہوا خواہوں کی رائے کی بالکل تصدیق ہو گئی

ماثر الامرا میں بھی یہ واقعہ نہایت تفصیل سے لکھا ہے، اخیر کے فقرے یہ ہیں

دریں اثنا کہ خلد مکان (عالمگیر) گوش بر حقائق دولت سگالان داشتہ متردد بود تا ہر ول چیلہ رسید و فرمانے کہ اعلیٰ حضرت بخط خود بہ دارا شکوہ نوشتہ از روے اعتماد بہ حوالہ او نمودہ بود کہ خود بعنوان سبکروی بہ شاہجہان آباد نزد دارا شکوہ رسانیدہ جواب بیاردہ آوردہ گذرانید، مضمون آنکہ او لشکر فراہم آوردہ در دہلی ثبات قدم ورزد ما دریں جا مہم را فیصل می فرمائیم" (ماثر الامرا جلد دوم صفحہ ۴۹۰)

ایک غیر قوم کا شخص جو عالمگیر کا پورا دشمن تھا اور ان تمام جھگڑوں میں موجود تھا اُس کے بیان سے اس اجمال کی گرہ کھل جاتی ہے وہ لکھتا ہے،

شاہ جہان نے ایک معتبر خواجہ سرا کو اورنگ زیب کے پاس

یہ پیغام دیکر بھیجا کہ " بیشک دارا شکوہ نے جو کچھ کیا سب نامناسب تھا لو

اُس کی بے کجی اور نالائقی کی باتیں یاد دلا کر کہا کہ تم پر تو ہم ابتدا ہی سے

دلی شفقت رکھتے ہیں پس تم کو ہمارے پاس جلد آنا چاہیے تاکہ تمہارے مشورہ

سے اُن امور کا انتظام کیا جائے جو اس افراتفری کے باعث خراب اور

ابتر پڑے ہوئے ہیں " مگر اس چالاک شہزادہ یعنے عالمگیر نے بدگمانی سے

بادشاہ پر اعتماد کر کے قلعے میں چلے جانے کی دلیری نہ کی کیونکہ اُسے معلوم

تھا کہ بیگم صاحب یعنے جہان آرا بیگم کسی وقت بادشاہ سے جدا نہیں ہوتی

اور اُس کے مزاج پر اس قدر حاوی ہے کہ جو کچھ وہ چاہتی ہے وہی ہوتا ہے

اور یہ پیغام اُس کا ایک چکمہ ہے اور اُس نے قلماقنیوں (تاتاری عورتیں)

میں سے جو محل سرا میں چوکی پہرہ کے کام پر متعین رہتی ہیں کچھ قوی ہیکل اور

مضبوط اور مسلح عورتیں ایسی قصداً لگا رکھی ہیں کہ جب وہ قلعے میں داخل

ہو تو فوراً اُس پر آن پڑیں (سفرنامہ ڈاکٹر برنیر ترجمہ اردو جلد اول صفحہ ۱۰۶)

لین پول نے سچ لکھا کہ " اُس جال میں جو شاہ جہان نے اپنے بیٹے کے

پھانسنے کو بچھایا شاہ جہان خود پھنس گیا "[1]

عالمگیر نے بار بار شاہ جہان کی خدمت میں حاضر ہو کر عفو قصور کرانا چاہا لیکن

---

[1] ترجمہ لین پول صفحہ ۵۰

شاہ جہان اب بھی دارا شکوہ کا خواب دیکھتا تھا جسکی وجہ یہ تھی کہ جہان آرا بیگم جو شاہ جہان کی دنیا مین سب سے بڑھکر عزیز تھی، دارا شکوہ کی نہایت طرفدار تھی، شاہ جہان نے ہندی زبان مین خفیہ ایک خط شجاع کو عالمگیر کے برخلاف لکھا، اور اس قسم کی اُس کی کوششین برابر جاری رہین، عالمگیر اب مایوس ہوکر بیٹھ رہا، خافی خان لکھتا ہے،

خلد مکان (عالمگیر) مکرر ارادہ دیدن پدر والا قدر بقصد معذرت و التماس عفو تقصیرات کہ از تقدیرات الٰہی و شومی برادر ناہنجار بلا اختیار بظہور آمدہ، نمودہ، آخر چون دانستند کہ رضای اعلیٰ حضرت (شاہ جہان) طرف رعایت و اعانت دارا شکوہ بیدولت راغب ست و سر رشتہ اختیار بحکم تقدیر از دست رفتہ، مصلحت در فسخ عزیمت ملاقات پدر عالیمقدار دانستند" جلد اول صفحہ ۳۴۴

اسی زمانے مین شاہ جہان نے ایک خط مہابت خان سپہ سالار کو جو اسوقت کابل مین تھا لکھا، یہ خط خافی خان نے پورا نقل کیا ہو، اس کے چند فقرے یہ ہین،

"چون فرزند مظلوم دارا شکوہ بعد از شکست روانہ لاہور شدہ، باید در رفاقت دارا شکوہ بابا پرداختہ بمقابلہ جزای اعمال ہر دو نابرخوردار (یعنے عالمگیر و مراد) پردازد"

شاہ جہان کی ان تمام سازشی اور مخالفانہ کارروائیون کے ساتھ بھی عالمگیر نے یہ سلوک کیا کہ اپنے بیٹے شاہزادہ اعظم کو شاہ جہان کی خدمت مین عفو تقصیرات

کے لیے بھیجا اور پانسو اشرفیان اور چار ہزار روپے نذر بھیجے، اور چند روز کے بعد جب قلعے کی حفاظت کی طرف سے پورا اطمینان ہوگیا تو شاہ جہان کے لیے ہر قسم کے سامان مہیا کر دیے، ڈاکٹر برنیر کو بھی مجبوراً یہ شہادت دینی پڑی،

"غرضکہ اورنگ زیب کا برتاؤ شاہ جہان کے ساتھ مہربانی اور ادب سے خالی نہ تھا اور حتی الامکان وہ اپنے بوڑھے باپ کی ہر طرح سے خاطرداری کرتا اور نہایت کثرت سے تحفے تحایف بھیجتا رہتا اور سلطنت کے بڑے بڑے معاملات مین اُس کی رائے اور مشورہ کو مثل ایک پیر و مرشد کی ہدایت کے طلب کرتا تھا اور اُس کے عریضوں سے جو اکثر لکھا کرتا تھا ادب اور فرمانبرداری ظاہر ہوتی تھی پس اس طرح سے شاہ جہان کی گردن کشی اور اُس کا غصہ آخر کار یہان تک ٹھنڈا پڑ گیا کہ معاملات سلطنت مین بیٹے کو لکھنے پڑھنے لگ گیا،

بلکہ اپنے باغی فرزند کی سب گستاخانہ حرکتین معاف کر کے اُس کے حق مین دعائے خیر بھی کر دی" (ترجمہ سفرنامۂ ڈاکٹر برنیر جلد اول صفحہ ۲۰۹)

اضافت کرو، شاہ جہان اتنی بات پر بہون جہانگیر سے (ناراض) رہا کہ اس نے شاہ جہان کی جاگیر نورجہان کو لیکر دیدی تھی حالانکہ اور ہر طرح کی عنایتین بحال تھین تاہم شاہ جہان نیک نام ہے، عالمگیر نے اس حالت مین کہ اُس کی جاگیر چھین لیگئی

ل اسکے بعد برنیر نے لکھا ہے کہ عالمگیر شاہ جہان کی بہت سی باتون کے برخلاف بھی کرتا تھا لیکن وہ عام سلطنت کے متعلق باتون کی مخالفت تھی جسکو اس موقع سے کوئی تعلق نہین،

تنخواہ بند کر دی گئی ہین دشمنون سے مقابلے کے وقت، اُس کی فوج اُس کے پاس سے بلالی گئی۔ ۵۰ ہزار فوج خود اُس کے مقابلے و مقاتلے کے لیے روانہ ہوئی قلعہ مین اُس کے قتل کا بندوبست کیا گیا، ان سب باتون کے ساتھ وہ شاہجہان کا نہایت ادب و احترام کرتا رہا، تاہم وہ بدنام ہے

رند و صوفی ہمہ سرمست گذشتہ و گذشت   قصۂ ماست کہ در کوچہ و بازار بماند

مورخین کو اپنے محکمۂ عدالت مین اس بات کا بہت کم موقع حاصل ہو سکتا ہے کہ خود مجرم کا بیان تحریری بھی حاصل کر سکین لیکن عالمگیر کی نسبت مورخ کو اس کا افسوس نہین ہو سکتا، عالمگیر نے شاہجہان کو جو خطوط لکھے ہین اُن مین ان الزامات کی خود جواب دہی کی ہے، عالمگیر کو اس کے مخالفون نے ہمیشہ سخن ساز اور متفنی بیان کیا ہے لیکن اب تمام واقعات ایک ایک کر کے سامنے آ گئے ہین اور رازہائے سربستہ کے چہرے سے نقاب اٹھ گئی ہے اس لیے موقع ہو کہ عالمگیر کو اپنے عذرات کے پیش کرنے کا موقع دیا جائے، ہم اُس کا اصلی خط خافی خان[1] کی تحریر کے مطابق نقل کرتے ہین، دیکھو اس سخن ساز اور متفنی شخص کا ایک حرف بھی سچائی کے مرکز سے ہٹا ہوا ہے!؟

بعد ادائے مراسم عبودیت و عبودیت بعرض اشرف می رساند کہ خط خاص

پس از تمادی ایام صادر شدہ بود ورود و انشراح بخشید بمطالعہ ارقام سرمایۂ سعادت

---

[1] جلد دوم مطبوعۂ کلکتہ صفحہ ۱۰۲

حاصل کرده کیفیتی که نگارش یافته بود به وضوح انجامید، و بسبب گرفت وگیر خطوط اقتضا
شده بوده، بر خاطر دریا مقاطر پوشیده نماند که از این مرید در ابتدای حال و آغاز وقوع
حوادث که به تقدیر ایزد متعال رو داده، به اعتقاد آن که چون آنحضرت عقل کل اند و اکثر اوقات
گرامی در تجارب پست و بلند روزگار گذشته، شاید ظهور این امور از قضا و قدر دانسته
در شکست کار این مرید و رونق بازار دیگران که ارادت الله بدان تعلق نه گرفت .
کوشش نفرمایند سلوک را بر نهج مستحسن قرار داده بود و می خواست که بعد رفع شورش
و استرضای خاطر والا که اهتمام به میان جان بسته بود وسیله سعادت دارین حاصل
کند، هرچه می شنید که موجب ارتفاع غبار فساد و برهم خوردگی مهمات صوبه به تحریک
آن حضرت است، و برادران بعد عروه اقدس دست و پای زنند و جانی می کنند
گوش به سخنان مردم ننهاده، اندیشه انحراف از شاهراه عقیدت نمی نمود، لیکن
از آن جا که اخبار بی توجهی حضرت به آخر رسیده چنانچه از نوشته که به خاوند وصی
به شجاع علی کرده بود وضعان و دمان او به سر آن خراب گشته، هویداست یقین حاصل
شد که آن حضرت این مرید را نمی خواهند و آن که از دست رفته هنوز تلاش دارند
کردیم استقلال پذیرد و می ترود این فدوی که مصروف به اجرای احکام و تحسین
و انتظام مهمات مملکت است ضائع شود، به هیچ طریق از این فکر باز نیامده، درین کار
مصر اند، ناگزیر به مراعات لوازم حزم و احتیاط پرداخته و از حدوث مفسده های
صعب التدارک اندیشه مند گشته آنچه به خاطر داشت نتوانست از قوه به فعل آورده

در تصدق این وہمی خود سے تو انا شا پراست، انشاءاللہ تعالیٰ بعد از ان کہ کار

جہانداری بے یکی ازین دو وجہ ساختہ شود چہا این بہ ہمیشہ استیفاء خواہد شد و در باب

آن ہم فقار و قتل نمی بود، آب خاص در غسل خانہ دریں وقت کہ آن حضرت پیوستہ دخل

می باشند چہ در کار است و ہر بہ کارخانہ محبوس نمودن آن ہرگز در تصدق شدن

خواجہ صورتی شدہ احتمال کہ دیگر بہ این جد نما سوز گردید پوشاک مبارک بدست نامتی

سے بے تقبل خواہد رسید،

داراشکوہ کا قتل ... موافق اور مخالف، دونون تسلیم کرتے ہین کہ داراشکوہ اپنی بدتدبیری خودرائی کج طبعی کی وجہ سے اس قابل نہ تھا کہ تیمور کے تخت[1] کا مالک ہوتا، اس سے بھی کسی کو انکار نہین کہ بھائیون کی جنگ مین ابتدا اُس کی طرف سے ہوئی اور عالمگیر و مراد و شجاع کو مجبوراً اُس کے حملون کو روکنا پڑا، یہ بھی کچھ الزام کی بات نہین کہ داراشکوہ گرفتار کر کے دربار مین لایا گیا، لیکن اعتراض یہ ہے کہ یہ بالکل ممکن تھا کہ وہ کسی محفوظ مقام مین نظربند رکھا جاتا ہو وہ کتنا ہی برا سہی لیکن بھائی تھا، اگر عالمگیر اُس کے خون سے ہاتھ رنگین نہ کرتا تو اخلاقی مرقع مین اُس کی تصویر اس قدر نفرت انگیز نہ ہوتی

بے شبہ یہ اعتراض بظاہر نہایت قوی ہے لیکن تیموری خاندان بلکہ تمام ایشیائی سلطنتون مین مدعیان سلطنت قید اور نظربند ہو کر بھی سلطنت کے منصوبون سے دست بردار نہین ہوتے، اس سے کے ساتھ اُن کے طرفدارون کا ایک گروہ ہمیشہ

[1] (ترجمہ سفرنامہ برنیر صفحہ ۱۱۱) کیا ایسا شخص سلطنت کے بارگران اُٹھانے کے قابل تھا۔

موجود رہتا ہے اور اُس وقت تک نچلا نہین بیٹھتا جبتک شخل آرزو کے تمام رگ و ریشے کٹ نہ جائین، تم نے تمام تاریخون مین پڑھا ہوگا کہ داراشکوہ جب دلی مین گرفتار ہوکر آیا ہے اور بازار مین اسی حالت سے نکلا ہے تو تمام شہر مین ہنگامہ برپا تھا زن و مرد ڈھاڑین مار مار کر روتے تھے، بالاخانون سے سرکاری آدمیون پر پتھر اور ڈھیلے پھینکے جاتے تھے ملک جیون پر جس نے دارا کو گرفتار کیا تھا گالیو نکا مینھ برس رہا تھا

حاشیہ صفحہ ۱۰۴

لہ ڈاکٹر برنیر سے زیادہ کون شخص داراشکوہ کا دوست ہو سکتا ہے، اُس نے سخت مصیبت کی حالت مین داراشکوہ کا ساتھ دیا تھا، تاہم وہ داراشکوہ کی ذاتی خوبیان گنا کر لکھتا ہے۔

> گر باینہمہ بڑا ہی خود پسند اور خود رائے تھا اور اُس کو یہ گھمنڈ تھا کہ مین اپنی عقل کی رسائی اور خوش تدبیری سے ہر امر کا بندوبست اور انتظام کر سکتا ہون اور کوئی فرد بشر ایسا نہین جو مجھے صلاح اور مشورہ دے سکے، وہ اُن لوگون سے جو اُس سے ڈرتے ڈرتے کوئی صلاح دینے کی جرأت کر بیٹھتے تھے، تحقیر اور اہانت سے پیش آتا تھا، چنانچہ اس ناپسندیدہ سلوک ہی کے سبب سے اُس کے دلی خیرخواہ بھی اُس کے بھائیون کی پوشیدہ اور مخفی بندشون سے اُسے آگاہ نہ کر سکے وہ ڈرانے اور دھمکانے مین بڑا تیز تھا یہان تک کہ بڑے بڑے امرا کو برا بھلا کہہ بیٹھتا اور اُن کی ہتک کر ڈالتا لیکن اُس کا غصہ اور بدمزاجی ایک آن کی آن مین جاتی رہتی تھی،

ظاہر مین خیال کرتے ہین کہ یہ دارا شکوہ کی ہر دلعزیزی کا اثر تھا اور اس لیے اس کا مالک تاج و تخت ہونا زیادہ موزون تھا لیکن حقیقت یہ ہو کہ یہ سب ایک فتنہ گر کا شعبدہ تھا خافی خان لکھتا ہے :-

"روز دیگر کوتوال بموجب حکم در پے تحقیق بانی آن فساد پرداخت ظاہر شد کہ جیبت نام احدے پیش قدم این جرأت گشتہ مادۂ فساد و آشوب تمام شہر گردیدہ بود"[1]

بے شبہ لوگون کو خود بھی رقت ہوئی ہوگی، لیکن یہ ملکی ہر دلعزیزی کا ثبوت نہین ہی دارا شکوہ جس شان و شوکت کا شہزادہ تھا جس کر و فر سے اُس کی سواری شہر مین لوگون نے نکلتے دیکھی تھی جس طرح وہ رُپیے برساتا ہوا بازار سے گذرا کرتا تھا، اس کے مقابلہ مین جب لوگون نے اُس کو شکستہ حال پا بزنجیر بے کس و بے یار، بازار سے گذرتے دیکھا ہوگا تو کس کے دل سے آہ نہ نکل گئی ہوگی اس وقت اس فیصلہ کرنے کا کیا وقت تھا کہ وہ تخت شاہی کے قابل بھی ہے یا نہین؟ ایسی حالتون مین تو دشمن کے لیے بھی آنسو نکل آتے ہین اور دارا شکوہ تو پھر بھی صاحبقران ثانی کا شہزادۂ اعظم تھا

قطعی ہے کہ دارا شکوہ جب تک زندہ رہتا سازشین برپا رہتین اور ملک کو امن و امان نصیب نہ ہوتا اس لیے عالمگیر کو وہی کرنا پڑا جو خود اُس کے باپ شاہ جہان سے اُس کو ترکہ مین ملا تھا شاہ جہان نے اپنے بھائیون داور بخش و شہریار اور حقیقی بھتیجون ہوشنگ وغیرہ کو قتل کرا دیا تھا . عالمگیر کو بھی اس قسم کی بھینٹ چڑھانے کا حق حاصل

[1] جلد دوم خافی خان صفحہ ۰

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

مراد کا واقعہ یہ مسئلہ شاہ جہان کی قید اور دارا کے قتل سے بھی زیادہ مشکل ہے شاہ جہان اور دارا شکوہ دونوں عالمگیر کے صریح مخالف تھے لیکن مراد عالمگیر کا دست و بازو تھا جسونت سنگھ کے معرکے میں اسی کی پامردی اور اندھا دھند جانبازی نے دارا شکوہ کی فتح کا پانسہ اُلٹ دیا تھا وہ ابتدا سے عالمگیر کا ہوا خواہ اور طاعت گذار تھا اور جو کچھ کرتا تھا عالمگیر کے تیور دیکھکر کرتا تھا ایسے جانباز اور مطیع دوست کو عالمگیر کے ہاتھ سے یہ صلہ ملا کہ قید ہوا اور پھر قید زندگی سے آزاد ہوگیا۔

لیکن اس مسئلے نے اس وجہ سے یہ صورت اختیار کی ہے کہ مورخوں نے پورا واقعہ بیان نہیں کیا۔ عالمگیر نامہ اور مآثر عالمگیری کے مصنف تو اس قسم کے واقعات کے اسباب وعلل سے مطلق بحث نہیں کرتے اس لیے اُن سے کوئی شکایت نہیں ہوسکتی لیکن خافی خان جو ان مصنفوں پر ترجیح حاصل کرنے کی غرض سے دوسرے ماخذوں سے اور بالخصوص عاقل خان کی تصنیف سے حالات بہم پونچاتا ہو جب اس واقعہ کو لکھتا ہے تو صرف یہ لکھکر رہ جاتا ہے۔

اول روز **محمد مراد بخش** را بحسن تدبیر کہ تقدیر بران موافقت نمود کہ بذکر تفصیل آن نمی پردازد دستگیر ساختہ زنجیر بپا انداختہ الخ (جلد دوم صفحہ ۲۳۰)

خافی خان اس واقعہ کی تفصیل نہیں بیان کرتا۔ لیکن کیون؟ کیا عالمگیر پر احسان ہے کہ وہ زیادہ بدنام نہ ہونے پائے۔ لیکن شاہ جہان کی گرفتاری کا واقعہ تو اس سے بھی زیادہ بدنام

تھا اس کو خافی خان نے بڑی تلاش سے بہم پونچایا چنانچہ خود لکھتا ہے۔

اگرچہ مولفان عہد نویس بربستہ عالمگیر نامہ منزوی ساختن اعلیٰ حضرت را موافق
مرضی مبارک مجمل بزبان قلم دادہ اند اما عاقل خان خانی در واقعات عالمگیری
تالیف خود بشرح و بسط ذکر کردہ خلاصہ کلام آنکہ الخ (صفحہ ۳۰)

اسی عاقل خان نے مراد کی گرفتاری کو بھی تفصیل سے لکھا تھا اس کو خافی خان کیوں قلم انداز کرتے ہین۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ مراد گو نہایت دلیر بہادر اور جانباز تھا لیکن اسکے ساتھ نہایت سادہ لوح اور نہایت آسانی سے لوگون کے دم مین آجاتا تھا۔ دارا شکوہ پر جب اس کو فتح حاصل ہوچکی تو اس کو لوگون کے بہکانے سے یہ خیال آیا کہ یہ معرکے مین نے سر کیے ہین۔ مین ہی تنہا تخت سلطنت کا حق دار ہون اس خیال سے اس نے عالمگیر سے علٰحدگی اختیار کی۔ اور عالمگیر کے بڑے بڑے امرا کو بھاری تنخواہون اور انعامون کی طمع دلاکر توڑنا شروع کیا۔ چنانچہ بیس ہزار فوج اس کی رکاب مین جمع ہوگئی اور روز بروز عالمگیر کی فوج گھٹتی جاتی تھی۔ مجبوراً عالمگیر کو اس کا بندوبست کرنا پڑا عاقل خان لکھتا ہے۔

درین منزل بہ عرض باریافتگان محفل والا رسید کہ سلطان مرادبخش از
اکبرآباد کوچ نکردہ واز رفاقت پہلوتہی ساخت و جمعے از ملازمان
بادشاہ مثل ابراہیم خان ولد علی مراد خان امیر الامراء وغیرہ ملازمت

آن جناب (مرادبخش) اختیار کردہ در سلک ملازمانش انتظام یافتند و چون موجب
و مناصب دہ بیست و دہ پانزدہ مقرر کردہ جمعی کہ بدان جناب رجوع سے آرند رعایت
کلی سے فرمایند قریب بست ہزار سوار در ظل رایتش فراہم آمدہ روز بروز مردم ظاہر بین
صورت پرست کہ از سر منزل معنی و حقیقت چندین مرحلہ دور افتادہ اند بواسطۂ طمع منصب
و چشم رعایت از اردوے معلی (یعنی از فوج عالمگیر) جدا شدہ بآنجناب (مرادبخش)
می پیوندند و جمعیت سپاہش آناً فاناً سمت از دیاد مے پذیرد۔

یہ اسباب تھے جن کی وجہ سے مرادبخش کو قابو مین لانا پڑا لیکن انصاف یہ ہے کہ عاقل خان کی تحریر کے موافق جس طرح مراد گرفتار کیا گیا یعنے عالمگیر نے اس کو درد شکم کے بہانے سے بلایا اور قیلولہ کرنے کے لیے جب وہ خوابگاہ راحت مین گیا تو ایک لونڈی بھیجکر اُس کے ہتھیار منگوا لیے پھر شیخ میرو وغیرہ کو بھیجکر اُسکو گرفتار کرا لیا یہ ایک ایسا کام ہے جو پولٹیکل قانون کے روسے گو جائز ہو اور گو مراد سے علانیہ جنگ کرنے مین ہزارون کا خون ہوتا لیکن اگر عالمگیر اور خونریزیون کی طرح اس کو بھی گوارا کرتا اور مراد پر تدبیر سے نہین بلکہ شمشیر سے قابو پاتا تو ہم اس کی مردانہ روش کی زیادہ داد دیتے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ عالمگیر نے کبھی یہ دعوے نہین کیا کہ وہ خلیفہ منصور عباسی سے جسنے ابو مسلم اصفہانی بانی دولت عباسیہ کو دھوکے سے بلاکر قتل کرا دیا تھا۔ زیادہ مدح کا مستحق ہے۔

یوروپین مورخون کی غلط بیانیان یوروپین مورخون نے ان تمام واقعات کے متعلق جو غلط بیانیان اور فریب کاریان کی ہین ان سب کو اگر کوئی لکھنا چاہے تو ایک مستقل کتاب لکھنی ہوگی

مین نے ابتدا ئے بحث سے اس وقت تک قصداً ان کو نظر انداز کر رکھا تھا کہ ان مین اُلجھ کر کہین رہ نہ جاؤن۔ لیکن اب جبکہ مین ضبط نفس کر کے بحث کے خاتمہ پر آگیا ہون تو نہایت اجمال کے ساتھ اس مسئلہ پر اس غرض سے کچھ لکھنا ضرور ہے کہ یورپین مورخون کی غلطکاری۔ ناواقفیت فریب بازی اور دانستہ تحریف کا اندازہ ہو سکے۔ شاہ جہان۔ دارا شکوہ۔ مراد۔ ہر ایک کے واقعہ کے متعلق ان مورخون کا یکسان طرز عمل ہے لیکن مین اختصار کی غرض سے صرف مراد کے واقعہ پر اکتفا کرتا ہون

۱۔ تمام یورپین مورخین لکھتے ہین کہ شاہ جہان کے مقابلے مین بغاوت اور دارا شکوہ سے لڑنے پر مراد کو عالمگیر نے اُبھارا اور مختلف فریبون سے اُس کو اس پر آمادہ کیا۔ لیکن علاوہ تاریخی کتابون کے خود مراد کے خطوط موجود ہین جن سے صراحتہً ہر جگہ ثابت ہوتا ہے کہ عالمگیر اپنی جگہ سے حرکت کرنا بھی نہین چاہتا تھا اور بار بار مراد کو روکتا تھا۔ ایک خط مین جو ۲۲۔ صفر یعنے شاہ جہان کی بیماری سے دو مہینے بعد مراد نے عالمگیر کو لکھا ہے۔ تمام واقعات کی اطلاع دیکر اور عالمگیر سے شریک جنگ ہونے کی درخواست کر کے لکھتا ہے

اگر آن صاحب مہربان نیز از ان طرف متوجہ شود بہتر۔ والا مخلص بہیچ وجہ درین باب توقف

بخود قرار نمی تواند داد۔

جب عالمگیر نے ان خطوط کے جواب مین لکھا ہے کہ ابھی حضور اقدس زندہ ہین اور ہم لوگون کو جگہ سے حرکت نہ کرنی چاہیے اور آپ نے بندر سورت پر چڑھائی نہ کی ہوتی تو بہتر ہوتا۔ تو مراد نے متعدد خطون مین عالمگیر کو آگرہ کی طرف بڑھنے پر اُبھارا ہے۔ ایک خط مین جو ۱۰ ربیع الاول

کا لکھا ہوا ہے لکھتا ہے۔

انچہ از تحریر و عصر گرامی مفہوم شدہ کہ در وقوع آن واقعہ (وفات شاہ جہان) تردد دارند بخود معقول نمی تواند کرد۔ بہرحال چون ہرچہ بعد از تحقیق این معنی بایستے کرد بعمل آمدہ برگشتن ازان امکان ندارد۔

پھر ایک اور خط مین لکھتا ہے۔

انچہ اندراج یافتہ کہ چون تا حال خبر وقوع قضیۂ ناگزیر (یعنی وفات شاہ جہان) بما نرسیدہ بلکہ آثار صحت ظاہر شود۔ از جائے خود حرکت کردن بہ اظہار سلطنت مراتب پرداختن مناسب نمی نماید۔ اگر آن برادر نیز بعد از تحقیق اخبار افواج سورت می فرستادند و درین کار تعجیل نمی رفت بہتری بود (یہان تک عالمگیر کا قول نقل کیا ہی) در واقع نظر بنوشتہ جات وکیل چنین بایستے کرد کہ مرقوم فرمودہ اند اما درین ایام براین اعتماد نیست کہ از تقاریر جاسوسان معتمد بیقین پیوستہ کہ در اواسط شہر ذیحجہ حضرت را ہنگام موعود رسیدہ و وکلاے ما برادران بسے نظر بدانہ . . . بیہودہ وقت بانتظار خبر بردن۔ وقت و کار بور از دست دادن و گفتگوے ارباب عنا دبازی خوردن۔ و اطاعت او کہ اصلا طبیعت بر نمی تابد کردن است۔

اسی خط کے اخیر مین لکھتا ہے

مخفی این ہمہ مقدمات اگر قرار و مدار کار خود دایر مدار بر جنگ گذاشتہ ہمہ جا مستعد و آمادہ کارزار است و سوائے این فکرے دگر ندارد و پیرامون خاطر نے گردد و اگر انتظار آن صاحب بالاقدر مانع نمی بود تا حال خود را بآن نواحی می رسانید۔

اس پر بھی عالمگیر مراد کو بار بار روکتا ہے اور مراد بڑھنے کے لیے بیقراری ظاہر کرتا ہے چنانچہ ایک خط مین لکھتا ہے۔

"مخلص را سوائے اجازت آن صاحب مہربان۔ مسلکے نیست۔"

اس کے بعد جب مراد نے سورت کا قلعہ فتح کر لیا ہے تو ۱۰۔ ربیع الثانی کو عالمگیر کو ایک خط مین لکھتا ہے۔

"لشکرے کہ مشغول انجام (یعنے سورت) بود درین زودی بحضور سے رسد۔ منتظر اشارہ اجازت آن صاحب مہربان است"

اسی زمانے مین یعنی ۱۴۔ ربیع الثانی کو ایک خط مین عالمگیر کو لکھتا ہے

چون آن صاحب ولا قدر درین وادی متردد خاطر بودہ درکارہائے ضروری آن وقت را موقوف بر تشخیص خبرے دارند۔ ہر چند روزے گذرد۔ مخالف (یعنے دارا شکوہ) قوت و استقلال دیگرے گیرد۔۔۔۔ این قدر یقین حاصل است کہ حضرت اعلی را (شاہ جہان) مطلق اختیارے نماندہ است۔ و آن حضرت را مرد (دارا شکوہ) البتہ بصید خویش دراوردہ کہ افواج بر سر بھائی شجاع رفتہ و در پے برہم زدن ما است۔ بھمین جہت کہ روے دہ آن مرد را از میان برداشتہ حضرت اعلی را از دست او برے آریم بہرحال عازم مقصد شدنی او نے است۔ اگر این طرز پسند خاطر اقدس۔ صاحب و قبلہ بھائی جیو۔ (یعنے شجاع) را بدین باب متفق ساختہ در یک ساعت یک وقت از جا ہائے خود روانہ مطلب می باید شد

اس قسم کے اور بہت سے خطوط ہین جن سے علانیہ ثابت ہوتا ہے کہ عالمگیر بار بار

روتا ہے اور کہتا ہے کہ حضور اقدس کی زندگی تک ہم لوگوں کو اپنی اپنی جگہ پر رہنا چاہیے لیکن مراد کبھی تو یہ کہتا ہے کہ درحقیقت حضرت اقدس رحلت کر گئے۔ کبھی لکھتا ہے کہ حضور اگر زندہ بھی ہیں تو دارا شکوہ کے قابو میں ہیں۔ کبھی لکھتا ہے کہ اب جو ارادہ کر لیا کر لیا۔ اب آپ بھی ساتھ دیجیے تو دیجیے ورنہ بندہ تنہا روانہ ہوتا ہے۔

انصاف کرو ان تصریحات کے بعد یورپین مورخوں یا خافی خان کا یہ بیان کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے کہ عالمگیر نے مراد کو دم دلاسے دیکر اپنی شرکت پر آمادہ کیا۔

۲۔ یورپین مورخ لکھتے ہیں کہ عالمگیر نے مراد سے معاہدہ کیا تھا کہ سلطنت آپ کو ملیگی میں دارا شکوہ کے استیصال کے بعد حج کو چلا جاؤنگا۔ برنیر صاحب لکھتے ہیں کہ اسی بناپر عالمگیر ہمیشہ مراد کو "حضرت" کے لفظ سے خطاب کیا کرتا تھا، خافی خان کے طرز تحریر سے بھی پایا جاتا ہے کہ مراد کو سلطنت کی امید دلائی گئی تھی۔ لیکن یہ ایک نہایت تاریخی غلطی ہے بے شبہ تینوں بھائیوں میں ایک معاہدہ ہوا تھا لیکن خافی خان اور یورپین مورخوں نے اسکی تحقیق کرنے کی تکلیف گوارا نہ کی کہ وہ معاہدہ کیا تھا۔ خود مراد نے اپنے خطوط میں جو عالمگیر اور شجاع کو لکھے ہیں جا بجا اسکی اشارہ کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ دارا شکوہ جب ہم میں کسی ایک پر چڑھائی کرے تو اور بھائی بھی اعانت میں شریک ہوں چنانچہ ایک خط میں لکھتا ہے۔

"از مہمات نمایاں آں ست کہ ہرگاہ ملحد[1] (دارا شکوہ) بہ یکے از برادران بپیچد۔ دیگران امداد کنند"

---

[1] مراد اپنے خطوط میں عموماً دارا شکوہ کو ملحد لکھتا ہے۔

اس کے سوا یہ بھی معاہدے میں داخل تھا کہ فتح کے بعد ایک ثلث مال غنیمت اور کابل و پنجاب و کشمیر کے علاقے مراد کو دیے جائیں **عاقل خان** واقعات عالمگیری میں لکھتا ہے

> قرار یافت کہ ثلث از غنایم نصیبہ سلطان (یعنی مراد) و ثلثان بسرکار فیض آثار (یعنی عالمگیر) عائد گردد و بعد تسخیر کل قلمرو حضرت صاحبقران و فتح ممالک محروسہ ہندوستان ولایت پنجاب و ملتان و کشمیر و کابل بجناب سلطانی تعلق گیرد و آن جناب (یعنی مراد) در ولایات مذکورہ علم سلطنت برافرازد و آن سعی سرور کوس فرمان روائی نوازد و خطبہ و سکہ بنام خود بسازد

چنانچہ داراشکوہ کی شکست کے بعد جب مراد نے عالمگیر سے ناراضی اور علیحدگی ظاہر کی تو عالمگیر نے اسی معاہدے کی بنا پر بیس لاکھ روپیے نقد بھیج دیے اور کہلا بھیجا کہ داراشکوہ کے قصہ فیصل ہونے کے بعد کابل اور پنجاب و کشمیر بھی حوالہ کیا جائیگا۔ **عاقل خان** لکھتا ہے۔

> لاجرم آن حضرت (عالمگیر) مبلغ بست لکھ روپیہ نقد بہ وا سطہ ارسال داشتہ پیغام کردہ کہ باصل این مبلغ را بضرورت خاصہ خود و سپاہ صرف نمایند بوجہی کہ بآن برادر والا تبار مقرر کردہ شد کہ ثلثی از غنایم بسرکار والا شان عائد گردد و تتمہ نیز خواہد رسید انشاء اللہ تعالےٰ بعد از اتمام پذیر گشتن مہم داراشکوہ ولایت پنجاب و کابل و کشمیر بآن مسند آرای سلطنت جہانداری بار ثانی خواہد شد

ان واقعات کے مقابلے میں ڈاکٹر برنیر صاحب اور دیگر یورپین مورخوں کا یہ بیان

کہ عالمگیر نے مراد کو اس بہت پر چڑھایا کہ ہندوستان کی سلطنت کے صرف آپ مستحق ہیں اور میں آپ کو سلطنت دلا کر گوشہ نشین ہو جاؤنگا۔ کس قدر صریح افترا اور بہتان ہے ڈاکٹر برنیر نے اس مضمون کو بار بار بڑے زور سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

اورنگ زیب اگرچہ بظاہر مراد بخش کو بادشاہ ہندوستان کہکر گفتگو کرتا رہا اور ظل اللہ سے کہا کہ صرف حضرت ہی تخت نشینی کے لائق ہیں۔

(صفحہ ۱۳)

ڈاکٹر صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ عالمگیر نے مراد کو ایک خط لکھا جس کے جستہ جستہ فقرے یہ ہیں۔

بھائی تم کو اس بات کے یاد دلانے کی کچھ حاجت نہیں کہ امور سلطنت کی محنت اٹھانی میرے اصلی مزاج اور طبیعت سے کس قدر مخالف ہے × × اور اگرچہ سلطنت کے حق حقوق اور دعووں سے میں بالکل دست بردار ہوں۔ یہی نہیں کہ دارا شکوہ فرمانروائی کے اوصاف سے خالی ہے بلکہ لامذہب اور کافر ہونے کی وجہ سے بالکل تاج و تخت کے لائق نہیں × × پس اس صورت میں اس عظیم الشان ملک کی سلطنت کی فرمانروائی کے لائق صرف آپ ہی ہیں × × اور میری بابت تو آپ یہ تصور کر لیجیے کہ اگر آپ کی طرف سے مجھے پورا وثوق اور مستحکم طور پر یہ وعدہ ہو جائیگا کہ جب بفضل خدا آپ بادشاہ ہو جاینگے تو مجکو بھی قلمرو میں کوئی گوشہ عافیت بہ اطمینان خاطر عبادت الٰہی بجا لانے کو عنایت فرمائیگا پس ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیجیے اور موقع کو غنیمت سمجھیے اور جلدی سے سورت کے قلعہ پر

قبضہ کرلیجیے"

انصاف کرو ڈاکٹر صاحب کے یہ بیانات کس قدر صحیح ہین اور خصوصًا یہ بیان کہ "آپ ذرا سورت پر قبضہ کرلیجیے اور دیر نہ لگایئے" کس قدر سچ ہے مراد کے خطوط مین خود تصریح ہے کہ عالمگیر ہمیشہ مراد کو نقل و حرکت سے روکتا رہا بالخصوص قلعہ سورت پر اُس کی پیشقدمی کی نسبت صاف لکھا کہ نامناسب تھی۔ ڈاکٹر برنیر صاحب اُلٹا عالمگیر کو مراد کی پیشدستی کا محرک بتلاتے ہین۔ ہم کو مراد اور ڈاکٹر برنیر صاحب مین سے کسپر اعتبار کرنا چاہیے۔

۳ تمام یورپین مورخ لکھتے ہین کہ عالمگیر نے شراب پلوا کر مراد کو گرفتار کیا لیکن ڈاکٹر برنیر صاحب کے سوا کسی مورخ نے اس کے متعلق ایک حرف بھی نہین لکھا طرہ یہ ہے کہ الفنسٹن صاحب گورنر بمبئی اپنی تاریخ ہندوستان کے ایک نوٹ مین لکھتے ہین۔

> اگرچہ برنیر صاحب بھی اسی زمانے کے قریب تھے اور وہ خود لکھنے والے ہین مگر تحریری اور تحریری واقفیت اُن کی محدود ہوگی اور ہندوستانیون پر رائے لگانے کے ذریعے اُنکے پاس کچھ تھوڑے موجود ہونگے۔ علاوہ اس کے اُن کے بیان مین ایسی ایسی حکایتین مذکور ہین جو لوگون کی بنائی ہوئی معلوم ہوتی ہین۔
>
> (صفحہ ۶۹۹ مطبوعہ علیگڈھ)

الفنسٹن صاحب نے برنیر صاحب کے متعلق نہایت محققانہ رائے دی ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ اُن کے نزدیک برنیر کا بیان وہین تک ناقابل اعتبار ہے جہانتک عالمگیر کے موافق ہے۔ ورنہ عالمگیر کی مخالفت مین اُس کا ایک ایک حرف وحی

ہے۔ اور نہ صرف الفنسٹن صاحب بلکہ تمام یورپین مورخین اس کو صحیفۂ آسمانی سمجھتے ہین۔

عالمگیر کے الزامات کی تمام روداد اب تمھارے سامنے ہے، غور سے پڑھو اور بار بار پڑھو اور ایک ایک واقعہ کو جانچو اور پھر دیکھو کہ مخالف مورخون نے عالمگیر کے برا ثابت کرنے کے لیے کیا کیا غلط بیانیان کی ہین۔ کس کس طرح واقعات کو بدلا ہے۔ کیا کیا غلط نتائج قائم کیے ہین۔ کن کن پُر فریب طریقون سے کام لیا ہے عالمگیر کیا۔ اگر یہ کوششین نوشیروان کے متعلق صرف کیجاتین تو وہ بھی شیطان بنجاتا۔

عبرت عالمگیر کے دوستون مین ایک صاحب لین پول ہین انھون نے عالمگیر کے حالات مین ایک کتاب لکھی ہے اور اپنی دانست مین عالمگیر کے تمام الزامات کا جواب دینا اور عالمگیر کو قابل مدح ثابت کرنا چاہا ہے۔ لیکن اس کا طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ عالمگیر کی ہر قسم کی برائیان یعنی داراشکوہ وغیرہ کا قتل۔ ہندو ریاستون سے بگاڑ کر کے بنیاد سلطنت کا متزلزل کر دینا۔ بت خانون کا توڑنا۔ ہندؤن کو ملازمت سے موقوف کرنا۔ دکن کی اسلامی سلطنتون کا برباد کرنا۔ مرہٹون کے پیچھے فوج ملک اور سلطنت کو غارت کرنا۔ وغیرہ وغیرہ ثابت کی ہین۔ اور لکھا ہے کہ عالمگیر چونکہ ایک نہایت دیندار پکا راسخ مسلمان تھا۔ اس لیے فرائض مذہبی کے لحاظ سے ایسا کرنا اُس کا فرض مذہبی تھا۔ چنانچہ منجملہ اور بہت سے مقامات کے ایک جگہ آپ تحریر فرماتے ہین۔

مغلون کی تاریخ مین یہ سب سے پہلا بادشاہ ہے جو پکا مسلمان تھا، جو ممنوعات سے خود پرہیز

کرتا تھا اور دوسرون کو جو اس کے گرد تھے باز رکھتا تھا۔ وہ ایسا بادشاہ ہوا جس نے محض

مذہب کی بدولت اپنے تخت کو معرض خطر میں ڈالدیا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میل جول
سب سے زیادہ محفوظ طریقہ تھا جو مختلف قوموں اور متناقض مذاہب کی بنی ہوئی سلطنت
کے قائم رکھنے میں اختیار کیا جا سکتا تھا۔ وہ ضرور اُس پُرخطر راستے سے واقف ہوگا جس پر
وہ گام فرسائی کر رہا تھا اور خوب جانتا ہوگا کہ ہندوؤں کی ہر ایک خیال سے علیحدگی کرنا۔
اور ایرانی شیعوں کو جو اُس کی فوج اور اُس کے دربار میں بڑے بڑے سردار تھے علانیہ
مخالفت کر کے دشمن بنانا۔ گویا انقلاب کو خود بلانا تھا۔ تاہم اُس نے یہی راستہ اختیار کیا
اور بڑے استقلال سے اپنی پچاس برس کی عدیم المثال فرمانروائی میں اسی پر چلا گیا۔ یہ
جملہ کارروائیاں اورنگ زیب نے کسی گہری حکمت عملی کی وجہ سے نہ کی تھیں بلکہ ان کو
وہ محض حق سمجھتا تھا۔

(ترجمہ لین پول صفحہ ۴۳ و ۴۴)

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں۔

اورنگ زیب کے عہد حکومت میں ناکامی ہوئی تو لیکن یہ ناکامی بڑی رفیع الشان
ناکامی تھی۔ دنیا کا راستہ اُس نے اپنی قوت ایمانیہ پر بند کر دیا تھا۔ اُس نے اپنے لئے
فرض کا راستہ منتخب کر لیا تھا اور باوجودیکہ وہ قطعی غیر ممکن العمل تھا لیکن پھر بھی وہ بڑے
استقلال سے اسی پر چلا گیا۔ اگر اورنگ زیب ایک دنیادار شخص ہونے کے قابل
ہوتا تو اُس کا راستہ فرش گل سے ڈھکا ہوتا لیکن اس کی شان و کامرانی کہاں
ممکن ہے کہ اُس نے اپنی روح کو مجبور نہیں کیا اور علم عناد کو پیٹھ دکھانے کی جرأت کی

ہندوستان کا یہ دیندار اعظم ایسے مادہ کا شخص تھا کہ اُس نے تاج شہداحیت لیا۔

(صفحہ ۲۰۶)

لین پول صاحب کی یہ مہربانی چندان قابل تعجب نہیں وہ یورپین مورخ ہین اورانکو یہی کرنا چاہیے تھا لیکن عبرت کا یہ مقام ہے کہ جدید تعلیم یافتہ گروہ لین پول صاحب کی کتاب کو عالمگیر کی حمایت خیال کرتا ہے چنانچہ ایک صاحب نے اس کا اردو مین ترجمہ کیا اور قوم کے ایک بڑے مشہور اور معزز بزرگ کے نام معنون کیا کہ یہ ایک اسلامی خدمت ہے۔

زنادانی بربو کردہ — مدم کار من ضائع
عجب ترا اینکہ بر من منتِ بسیار ہم دارد

عیب می جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

ایک طول طویل افسانہ جو مدت مین جا کر ختم ہوا اس کا حاصل صرف اس قدر نکلا کہ عالمگیر اتنا بُرا نہ تھا جتنا اس کے مخالف اُس کو بتاتے ہین لیکن کیا عالمگیر کی قسمت مین یہی مقدر ہے کیا اُس کو اسی پر قناعت کرنی چاہیے کہ تحسین نہ سہی نفرین سے بچ جائے۔

ہم کو مخالف مورخون کی اس حق گوئی کی داد دینی چاہیے کہ انھون نے گو عالمگیر کے معائب جی لگا کر لکھے لیکن محاسن کے اظہار مین بھی کچھ کمی نہین کی یہ البتہ ہے کہ معائب کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ خوبیون کی بھنک بھی کانون تک نہ آسکی لیکن اب جب کہ

الزامات کا تیرہ و تاریک مطلع کسی قدر صاف ہو گیا ہے، عالمگیر کی حقیقی خوبیون کے پیش نظر کرنے کا موقع ہے۔

ملکی اصلاحات اور انتظامات تیمور اپنے جانشینون کے کارنامے مین ہمیشہ ملکی فتوحات اور وسعت حدود ڈھونڈھیگا۔ عالمگیر اس امتحان مین پورا اُتر سکتا ہے وہ آسام اور تبت کو مسخر کر چکا ہے دکن کی دو سلطنتین حدود حکومت مین شامل ہو گئی ہین، مختصر یہ کہ اس کے عہد مین تیموری حکومت کے حدود جس قدر وسیع ہوئے کبھی نہین ہوئے تھے لیکن ہم کو عالمگیر کی تاریخ حکومت مین تیمور کے مذاق کی پیروی کی ضرورت نہین چنگیز خان نے بھی ملک فتح کیے تھے۔ سکندر بھی بہت بڑا کشورستان تھا۔ لیکن ہم یہ دیکھنا چاہتے ہین کہ ملکی انتظامات اور اصلاحات مین عالمگیر نے کیا کیا کیا ہے۔ اسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱ تمام سلاطین کے زمانے مین مالگذاری کے علاوہ بیسیون ناجائز ٹکس اور محصول جاری تھے جنکی مجموعی تعداد مالگذاری کے برابر پہونچ جاتی تھی مثلاً چنگی پاندری مکان کا ٹکس سرشماری۔ برشماری۔ برگدی۔ طوغانہ۔ جرمانہ شکرانہ وغیرہ وغیرہ ان محصولونکی تعداد اسّی تک پہنچی تھی اور ان کی آمدنی جیسا کہ خافی خان نے لکھا ہے کروڑون سے زیادہ تھی عالمگیر نے یہ تمام محاصل ایک قلم موقوف کر دیے۔

۲۔ اکبر کے زمانے مین مالگذاری اور خراج کا جو دستور العمل مرتب ہوا تھا اُسکی پھر تجدید اور ترمیم کبھی نہین ہوئی عالمگیر نے اپنے زمانے مین ترمیم و اصلاح کر کے ایک جدید دستور العمل طیار کیا چنانچہ ہمارے ایک بنگالی دوست جدو ناتھ سرکار پروفیسر پٹنہ کالج نے اس کو مع

انگریزی ترجمہ کے ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے جنرل مین چھاپا ہے ہم تطویل کے لحاظ سے
اس کو نقل نہین کر سکتے۔ اس موقع پر یہ ظاہر کرنا مناسب ہوگا کہ عالمگیر کے زمانے مین
محاصل سلطنت اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ اکبر اعظم کے عہد سے اسوقت تک کبھی نہین ہوا تھا
چنانچہ ہم عہد بہ عہد کی تفصیل لکھتے ہیں[ل]

اکبر	شاہجہان	عالمگیر
ایک کرور نوے لاکھ پونڈ	دو کرور ستائیس لاکھ پچاس ہزار پونڈ	چار کرور پونڈ یعنی ساٹھ کرور روپیہ

عالمگیر کے حدود حکومت مین جو اضافہ ہوا تھا وہ حیدرآباد۔ بیجاپور۔ آسام۔ چاٹگام اور
تبت تھا لیکن ان تمام ممالک کی آمدنی دس بارہ کرور سے زیادہ نہین ہو سکتی تھی باقی جو اضافہ
ہے وہ بندوبست کی خوبی اور ملک کی آبادی کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔

ضبطی۔ عالمگیر کے زمانے تک یہ عام قاعدہ تھا کہ جب کوئی عہدہ دار سلطنت مرجاتا تھا
تو اسکی تمام جائداد اور اسباب ضبط ہو کر شاہی خزانے مین داخل ہوجاتا تھا۔ اگرچہ یہ قاعدہ جیسا
آج ظالمانہ نظر آتا ہے اس زمانے مین نہ تھا اور درحقیقت بعض خاص مصالح پر مبنی تھا لیکن
اس مین شبہہ نہین کہ یہ طریقہ بہت سی برائیون اور بے رحمیون کا سرچشمہ بنگیا تھا۔ عالمگیر نے
اس قاعدے کو سرے سے موقوف کردیا مآثر عالمگیری مین ہے (صفحہ ۵۳۱)

واگذاشت حرکات امرائے عظام کہ مطالبہ دار سرکار معلی بناشند از احتساب آنہا کہ متصدیان
بادشاہی و دوام سلاطین سابق بہ فراوانی احتیاط ضبط ساختہ و ندوایں معنی سبب آزار ماتمزدگان

ل لین پول صفحہ ۱۱۹ و ۱۷۰ لین پول نے نہایت صحیح ماخذون سے اس کے متعلق مفصل رپورٹ لکھی ہے ۔

وا فر با دیران سے شد۔ منع فرمودہ بودند۔

خافی خان اور لین پول بھی اصل واقعہ سے انکار نہین کرتے لیکن کہتے ہین کہ اس حکم کی تعمیل کم ہوتی تھی کیونکہ عالمگیر کے امرا اس کے احکام کی پوری تعمیل نہین کرتے تھے۔ اس کا فیصلہ ناظرین کے ہاتھ ہے۔

۴۔ سب سے بڑا کام جس سے شاید دنیائے اسلام کی تاریخ خالی ہے یہ ہے کہ بادشاہ وقت کے مقابلے مین اگر کوئی شخص دادرسی چاہے تو نہ اس کی مجال تھی نہ اس کا کوئی قاعدہ مقرر تھا۔ عالمگیر نے ۱۰۸۳ھ مین یہ فرمان نافذ کیا کہ تمام اضلاع مین سرکاری وکیل مقرر کیے جائین اور عام منادی کرا دی جائے کہ جس کسی کو بادشاہ پر کوئی دعوی ہو پیش کرے اور سرکاری وکیل اس کی جوابدہی کرے اور اس کا حق ثابت ہو تو سرکاری وکیل سے اپنا مطالبہ وصول کرے خافی خان لکھتا ہے (صفحہ ۲۴۹)

درین سال از راہ حق پرستی وعدالت گستری حکم فرمودند کہ در حضور شہرہا منادی نمایند کہ ہر کہ بر ذمہ بادشاہ طلب و دعوی شرعی داشتہ باشد حاضر گشتہ بوکیل بادشاہی رجوع نماید۔ بعد اثبات حق خود را بستانند۔ و فرمودند کہ وکیل شرعی از طرف آن بادشاہ داد گر بر اے جواب خلق اندکہ دسترس برسیدن حضور نداشتہ باشند در حضور بودہ و در و نزدیک مقرر نمایند و در ہمہ صوبجات وکیل شرعی تعین گردید۔

۵ ملک اور رعایا کی حالت دریافت کرنے کے لیے **پرچہ نویسی** اور واقعہ نگاری کے صیغے کو نہایت وسعت دی اگرچہ اس مین شبہہ نہین کہ یہ محکمہ خطرے سے خالی نہین۔

اگرچہ پرچہ نویس خود غرض اور راشی ہوں تو ان سے بڑھ کر کوئی چیز ملک کے برباد کرنیوالی نہین ہو سکتی۔ لیکن اس مین شبہہ نہین کہ ملک کے ایک ایک جزئی واقعہ سے واقف ہونے کا کوئی ذریعہ اگر ہے تو یہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو خلفا اور سلاطین مثلاً عمر فاروق مامون الرشید ناصر لدین اللہ عدل اور انصاف کے نمونے تھے سب نے یہ محکمہ قائم کیا تھا اور اس کو نہایت وسعت دی تھی۔ البتہ بڑی احتیاط سے اس کے متعلق کام لیتے تھے عالمگیر بھی نہایت احتیاط برتتا تھا اور اس کے خطرات سے بخوبی واقف تھا ایک موقع پر خود ایک رقعہ مین لکھتا ہے۔

ازین جا کہ سوانح نگاران بواسطۂ اغراض نفسانی چیزہاے بسیار برخلاف واقع در تربیت کردہ ما سے پیوند باید کہ آن فدوی بہ دیوان و نگارندہ ہمہ مراتب را چنانچہ باید تحقیق نمودہ در حضور معروض دارد۔

معز الدین اپنے پوتے کو ایک رقعہ مین ایک واقعہ نگار کے متعلق لکھتا ہو۔

اگر واسطۂ خدمت واقعہ نگاری بودیگرے مقرر نمایند کہ ما را واقعہ نگار و واقعہ نگار ساند

اعظم شاہ کو ایک رقعہ مین لکھتا ہے۔

واقعہ نگار و ہرکارہ و اسلے متبر وشناختہ ... حال بگزارند و روزمرہ احکام حال بوا شند ......

پرچہ نویسی کے انتظام کی بدولت ہندوستان جیسے وسیع ملک کے ایک ایک گوشہ کی خبر عالمگیر کو پہنچتی تھی۔ اس کے عہد کی یہ مخصوص بات ہے کہ وہ جس قدر رعایا کی اصلی حالت سے خبر رکھتا تھا اور ان کی آسایش و آرام کا انتظام کرتا تھا کسی سلطنت مین اسکی

نظیر بہت کم مل سکتی ہے اس کے رقعات پڑھو۔ شہزادون۔ صوبہ دارون عاملون کی ایک ایک فروگذاشت کو پکڑتا ہے اور واقعہ نگار کا حوالہ دیتا ہے۔ ہزارون کوس پر کسی سوداگر یا کسی راہ چلتے کی کوئی چیز ضایع ہو جاتی ہے تو فوراً اس کو خبر لگ جاتی ہے اور وہان کے عامل سے بازپرس کرتا ہے۔

۹- عالمگیر کی تاریخ حکومت کا سب سے حیرت انگیز واقعہ اس کا کلیات اور جزئیات پر یکسان حاوی اور باخبر ہوتا ہے وہ ایک طرف تو ایسے بڑے بڑے مہات مین مصروف رہتا تھا جنسے دم لینے کی مہلت بھی نہین مل سکتی تھی، دوسری طرف چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی اس کی آگہی سے مخفی نہین رہ سکتا تھا اور وہ ان کو بھی اسی توجہ اور غور رسی سے انجام دے سکتا تھا۔

الفنسٹن صاحب سے زیادہ عالمگیر کا کوئی دشمن نہین گزرا ہے ان کو بھی مجبوراً لکھنا پڑا۔

"وہ خود تن تنہا اپنی حکومت کی ہر شاخ کی کارگذاری جزوی کامون کے لحاظ و حیثیت سے کرتا رہا۔ لشکرکشیون کے نقشے سوچتا تھا لشکرکشیون کے زمانے مین ہدایتین جاری کرتا تھا سردار اس کے قلعون کے نقشے بہ این مقصد اس کے خدمت مین ارسال کرتے تھے کہ حملون کے مقامون کو مقرر کرے۔ اس کے رقعون مین پٹھانون کے ہوار ملکون مین سڑکون کے جاری کرانے اور ملتان . اگر سے کے فسادون کو دبانے بلکہ قندھار کو دوبارہ حاصل کرنے کی تدبیرین مندرج پائی جاتی ہین اور اسی عرصہ مین فوج کا کوئی

محرر یا باربرداری کی کوئی رسد نہ تھی جس کا کوچ مقام دکن جیسے ایسے ملکون کے بیرون پایا جاتا
جن مین سے تھوڑے بہت ملکون کو اورنگ زیب نے خاص اپنے ہاتھون سے جاری
دیکھا ہو ضلع کی مالگذاری کے ادنے افسر کا تقرر یا کسی دفتر کے کسی محرر کا انتخاب اپنی توجہ
فرمائی کے نامناسب نہ سمجھتا تھا اور سارے کارگزارون کی کارگذاری کی نگرانی جاسوسون
اور آنے جانے والون کے ذریعہ سے کرتا تھا اور ایسی خبرون کی اصل و بنیاد پرچہ نویسی
نمایش اور ہاتیون کے وسیلے سے اُن کو آگاہ اور خبردار رکھتا تھا۔ مگر تفصیل جزئیات
پر اپنے ذوق شوق سے متنفت ہونا جیسے کہ ہوشیاری اور بیدار مغزی کی دلیل ہے
ویسی ہی کام کاج کی اصلی ترقی اور اجراے کار کی ذاتی عروج کے لیے چندان مفید نہین۔
مگر جو کہ اورنگ زیب کی ذات و طبیعت مین التفات جزئیات کے ساتھ بڑی
چابکی و چالاکی سلطنت کے عمدہ عمدہ کامون مین بھی پائی جاتی تھی تو اس سے طبیعت کی
آمادگی اور نہایت گرمجوشی ایسی معلوم ہوتی ہے جو ہر زمانے مین بڑی عجیب و غریب
سمجھی جاتی ہے[1]

۷۔ ایشیائی سلطنتین اس بات مین ہمیشہ بدنام رہین کہ عمال اور عہدہ دار اکثر رشوت
خوار ہوتے تھے اس رشوت خواری کے اسباب مین سے بہت بڑا قوی سبب پیشکش
اور نذرانہ کی رسم تھی یعنی تمام وزرا امرا عمال سالانہ جشن مین بادشاہ کو نہایت گران قیمت
نذرانے پیش کرتے تھے۔ یہ نذرانے اکثر لوگون کی سالانہ تنخواہ کے قریب قریب برابر

[1] ترجمہ تاریخ الفنسٹن صفحہ ۱۱۹ و ۱۲۰۔

پڑجاتے تھے۔ اس بنا پر ان لوگون کو اس نقصان کی تلافی کے لیے خواہ مخواہ رعایا سے رشوت لینی پڑتی تھی۔ جہانگیر اپنی تزک مین ان نذرانون کا ذکر بڑے لطف اور مسرت کے لہجے سے کرتا ہے۔ اور ایک ایک چیز کی تفصیل لکھتا ہے۔ بعض نذرانون کی تعداد کرور سے زائد ہوگئی ہے۔ اگرچہ اس کے مقابلے مین بادشاہ بھی بے شمار انعامات و اکرامات کرتا تھا۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان انعامات سے نذرانون کا پورا بند وبست ہو جاتا تھا اس کے علاوہ انعامات اکثر نقد کی صورت مین نہین ہوتے تھے اور نذرانے مین جو چیزین پیش کی جاتی تھین خرید کر مہیا کرنی پڑتی تھین بہر حال یہ قطعی ہے کہ یہ نہایت برا طریقہ تھا اور سیکڑون مفاسد اس سے پیدا ہوتے تھے۔

عالمگیر نے اس طریقہ کو بالکل بند کر دیا چنانچہ تفصیل اسکی آگے آتی ہے

۷۔ عالمگیر کے عہد حکومت کا سب سے بڑا روشن کارنامہ اس کا عدل و انصاف ہے عزیز و بیگانہ غریب و امیر۔ دوست دشمن۔ کی کچھ تمیز نہ تھی ایک رقعہ مین خود لکھتا ہے کہ معاملات انصاف مین شہزادون کو بھی عام آدمیون کے برابر سمجھتا ہون۔ یہ محض دعوے نہین بلکہ غیرون نے بھی اس کی تصدیق کی ہے لین پول صاحب عالمگیر کے سوانح مین لکھتے ہین۔

اوونگٹن جس کی ذاتی سند تو چندان قابل اعتبار نہین۔ لیکن جس نے اپنی رائے
لیے نکتہ چینون کی تحریر سے اخذ کی جس کو اورنگ زیب کی ذرا بھی پاسداری نہ تھی یعنی
نکتہ چین بمبئی اور سورت کے تاجر وہ کہتا ہے کہ عمل و حکم عدل کا دریائے اعظم ہو۔ سچے
نے انصاف سے عدول جو کرتا ہے کیونکہ شاہنشاہ کے حضور مین سفارش۔ امارت اور منصب

کی کچھ پیش نہین جاتی۔ بڑا ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی اورنگ زیب اس مستعدی سے

بات سنتا ہے جس طرح کہ بڑے سے بڑے امیر کی۔

"ڈاکٹر کاریری نے بھی جس نے اورنگ زیب کو بمقام دکن ۱۶۹۵ء مین دیکھا تھا

ایسا ہی چال چلن بیان کیا ہے؎

ایک اور موقع پر لین پول لکھتا ہے۔

سیاحوں کی مخالفانہ نکتہ چینیاں اورنگ زیب کے چال چلن پر اسی زمانہ تک ہین جب

وہ شاہزادہ تھا لیکن وہ سیاح جس وقت اس کے زمانہ شاہنشاہی کا حال لکھتے ہین

تو سوائے کلمات تحسین اور کچھ نہین لکھتے۔ اس کے پچاس برس کی دور حکومت مین

ایک ظالمانہ فعل بھی اس کے خلاف ثابت نہین ہے حتی کہ ہندوؤن کے ستانے

مین بھی جو اس کی دینداری کا ایک جزو غالب کو تسلیم ہے کہ کوئی قتل یا جانی کیفیت

رسانی نہین پیش آئی؎

عالمگیر نے اپنی زندگی کا مقصد سلطنت کے جاہ وجلال۔ شان وشوکت۔

ناز ونعم کے بجائے صرف رعایا کی خدمت اور راحت رسانی قرار دیا تھا۔ وہ انتہائے

پیری تک۔ دربار مین کھڑے ہو کر رعایا کی عرضیاں لیتا تھا اور خود اپنے ہاتھ سے اُن پر

حکم لکھتا تھا ڈاکٹر جیلی کریری نے اسّی برس کی عمر مین عالمگیر کو دیکھا تھا وہ بیان کرتا ہے

؎ ترجمہ لین پول صفحہ ۷۰،۷۶۔

؎ ترجمہ لین پول صاحب صفحہ ۷۷

کر وہ صاف وسفید ململ کی پوشاک پہنے ہوئے عصائے پیری کے سہارے امیرون کے جھرمٹ مین کھڑا ہوا تھا اور اسکی پگڑی مین بڑا گرانقدر زمرد لگا ہوا تھا۔ داد خواہون کی عرضیان لیتا جاتا تھا اور بلا عینک پڑھ کر خاص اپنے ہاتھ سے دستخط کرتا جاتا تھا اور اس کے ہشاش بشاش چہرے سے صاف مترشح تھا کہ وہ اپنی مصروفیت سے نہایت شادان وفرحان ہے[1]

وہ دن مین دو تین دفعہ دربار عام کرتا تھا اور مطلق کسی کی روک ٹوک نہ تھی ادنی سے ادنی آدمی جو چاہتا تھا کہتا تھا اور عالمگیر نہایت توجہ سے سنتا تھا[2]۔ مرزا کام بخش عالمگیر کا نہایت چہیتا بیٹا تھا۔ اس کے کوکہ پر قتل کا الزام قائم ہوا عالمگیر نے حکم دیا کہ عدالت مین تحقیقات کی جائے کام بخش نے اس کی حمایت کی عالمگیر نے دربار مین کام بخش کو بلا بھیجا کام بخش اس کو بھی ساتھ لاتا تھا اور اپنے آپ سے جدا نہین کرتا تھا۔ عالمگیر نے حکم دیا کہ کام بخش بھی کوکہ کے ساتھ قید کیا جائے چنانچہ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔

سنہ [illegible] جلوس مطابق [illegible]ھ مین حسن ابدال کے سفر مین عالمگیر نے ایک دن ایک باغ مین قیام کیا دیوار کے نیچے ایک بڑھیا کا مکان تھا بڑھیا کی ایک پن چکی تھی جس مین باغ سے پانی آتا تھا۔ سرکاری آدمیون نے پانی روک دیا اور پن چکی بند ہو گئی عالمگیر کو خبر ہوئی اُسی وقت پانی کھلوا دیا۔ رات کو جب خاصہ پر بیٹھا تو دو قاب کھانے کے اور دہا اشرفیان شیخ ابوالخیر کو دین کہ جاکر بڑھیا کو دو اور میری طرف سے معذرت کرو

[1] ترجمہ تاریخ الفنسٹن مطبوعہ علیگڈھ صفحہ ۱۳۳۔

[2] مآثر عالمگیری صفحہ ۵۰۰۔

کروکہ افسوس ہمارے آنے کی وجہ سے تم کو تکلیف ہوئی تم معاف کرو صبح ہوئی تو پالکی بھیجکر بڑھیا کو بلوایا اور حرم مین بھیجا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ بڑھیا کی دو بن بیاہی بیٹیان اور دو ننھے بچے ہین۔ دو سو روپے عنایت کیے۔ مستورات نے اس کو زر و جواہر سے مالامال کر دیا۔ دو تین دن کے بعد پھر بلوایا اور لڑکی کی شادی کے لیے دو ہزار روپے عنایت فرمائے بیگمات اور شہزادون نے روپے اور اشرفیان برسادین یہان تک کہ چند روز کے بعد بڑھیا اچھی خاصی امیر ہو گئی[1]۔

درشن کے طریقے کو اس نے نہایت سختی سے بند کیا تھا لیکن یہ اجازت دی کہ کوئی دادخواہ آئے تو اس کی عرضی رسی مین باندھکر اوپر پہنچا دیجائے[2]۔

اس قسم کے سیکڑون واقعات ہین لیکن ایک آرٹکل مین یہ تمام کارنامے نہین سما سکتے:

عالمگیر کے واقعات پڑھو ہر ہر سطر مین نظر آتا ہے کہ کس تاکید۔ کس اہتمام کس شفقت سے انصاف رسانی کے متعلق احکام اور فرامین بھیجتا رہتا ہے۔ اور دل سے لگی ہے کہ ایک شخص کا بھی بال بیکا نہ ہونے پائے۔

۸۔ تیموری سلاطین اگرچہ درحقیقت شخصی حکومت کے بہتر سے بہتر نمونے تھے: لیکن حکومت کا نظام تمام تر بادشاہ پرستی پر مبنی تھا۔ بادشاہ ایک وجود مافوق الفطرۃ ہے

---

[1] مآثر عالمگیری صفحہ ۱۷۲ و ۲۰۳ و ۲۲۲۔

[2] مآثر عالمگیری صفحہ ۸۰۔

وہ خدا کا سایہ نہیں بلکہ خدا کا مظہر ہے، اکبر کی زیارت عبادت تھی اور ہر روز صبح کے وقت ایک گروہ کثیر یہ عبادت بجالاتا تھا۔ دربار میں بادشاہ کو علانیہ سجدہ کیا جاتا تھا شاہ جہان نے سجدہ بند کیا لیکن زمین بوس قائم کیا کہ وہ سجدے کی دوسری صورت تھی۔ بادشاہ کے مصارف خورونوش۔ لباس وپوشاک۔ سیروسفر۔ ان سب پر لاکھون کرورون روپے خرچ ہوتے تھے سمجھا جاتا تھا کہ دنیا کے احکم الحاکمین کا یہ اصلی حق ہے۔ بادشاہ سے کوئی شخص بجز طریقۂ عبودیت کے عرض معروض نہین کرسکتا تھا۔ غرض آسمان پر کوئی اور خدا ہو تو ہو۔ لیکن دنیا کا خدا تو بادشاہ ہی ہوتا تھا۔ اسی بنا پر تیمور کہا کرتا تھا کہ جس طرح آسمان پر ایک خدا ہے۔ زمین پر بھی ایک ہی بادشاہ ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ طریقہ اسلام کے اصول کے بالکل برخلاف تھا اسلام نے مساوات کا اصول قائم کیا تھا جس کی رو سے بادشاہ ورعایا۔ امیروغریب۔ شریف۔ رذیل سب کا ایک درجہ ہے۔

جو طریقہ تیمور کے عہد سے شاہ جہان تک روز افزون وسعت حاصل کرتا آیا تھا عالمگیر اس کو سرے سے بدل نہ سکا۔ لیکن نہایت کوشش کی کہ خدایانہ عظمت وجلال کا رنگ سلطنت کے چہرے سے اُتر جائے۔

۱۰۶۹ء مین درشن کا طریقہ یعنی جو لوگ صبح کو بطور عبادت بادشاہ کا جمال مبارک دیکھنے آتے تھے اور جب تک زیارت نہین کر لیتے تھے کچھ کھاتے پیتے نہ تھے اس کو قطعاً موقوف کر دیا[1]

---

[1] خافی خان صفحہ ۲۱۳ حالات عالمگیر۔

دربار میں شعرا مقرر تھے جو بادشاہ کی مدح لکھکر لاتے تھے اور بادشاہ کو خدا کا ہمسر بناتے تھے۔ ان کی بڑی بڑی تنخواہیں ہوتی تھیں اور ایک شخص سب کا افسر یعنے ملک الشعرا ہوتا تھا۔ اسی سنہ میں عالمگیر نے اس صیغہ کو بھی سرے سے بند کردیا[۱]

نوروز کے جشن میں۔ تمام امرا بادشاہ کی خدمت میں بڑی بڑی نذریں پیش کرتے تھے۔ بعض بعض نذروں کی تعداد کرور سے متجاوز ہوجاتی تھی۔ جہانگیر ان نذروں کو نہایت تفصیل سے مزہ لیکر لکھتا ہے عالمگیر نے سنہ ۲۱ جلوس مطابق ۱۰۸۸ھ میں یہ طریقہ موقوف کردیا۔ مآثر عالمگیری میں ہے۔ (صفحہ ۱۶۲)

"بجشی الملک صفی خان مخاطب شد۔ کہ ما جشن موقوف کردیم پیشکش امیرالامرا و اپس دہند و دیگر نوئینان ہم نگذرانند"

دربار میں جس قدر تکلف اور ساز و سامان کیا جاتا تھا۔ سب بند کردیا۔ یہانتک کہ چاندی کی دوات کے بجائے چینی کی دوات کا حکم دیا۔ انعام کی رقمیں چاندی کی کشتیوں میں لاتے تھے حکم دیا کہ سپر میں رکھ کر لائیں[۲]۔ زربفت وغیرہ کے خلعت بھی موقوف کردیئے

دربار میں یہ خلاف ادب سمجھا جاتا تھا کہ کوئی کسی کو سلام کرے اس لیے صرف سرپر ہاتھ رکھ دیتے تھے۔ ۱۰۸۸ھ میں عالمگیر نے حکم دیا کہ اس طریقے کے بجائے لوگ

---

[۱] خافی خان ج ۲

[۲] مآثر عالمگیری صفحہ ۱۶۲

معمولاً سلام علیکم کہا کریں[1]۔

عالمگیر نے مختلف موقعوں پر صاف صاف اپنے طریق عمل سے جتا دیا کہ بادشاہ ایک معمولی آدمی ہے اس کے حقوق عام لوگوں کے برابر ہیں سنہ ۱۰ جلوس مطابق ۱۰۷۷ھ میں عالمگیر بقر عید کی نماز کو جا رہا تھا۔ واپسی میں ایک شخص نے لکڑی پھینک کر ماری جو عالمگیر کے زانو پر آ کر گری۔ گرزبردار اس کو گرفتار کر کے لائے عالمگیر نے کہا چھوڑ دو[2]۔

سنہ ۱۰ جلوس میں جب وہ جامع مسجد سے واپس آ رہا تھا ایک شخص تلوار علم کیے ہوئے اس کی طرف دوڑا۔ لوگوں نے گرفتار کر لیا۔ اور قتل کر دینا چاہا عالمگیر نے روکا اور ۵ روپیہ اس کا روزینہ مقرر کر دیا (مآثر عالمگیری)

یہ واقعہ کسی اور بادشاہ کے ساتھ پیش آتا تو مجرم کے ٹکڑے اُڑا دیے گئے ہوتے۔ سلاطین سابق کے زمانے میں بادشاہ کی جیب خرچ کے لیے کروڑوں روپے آمدنی کے علاقے مخصوص ہوتے تھے جن سے بادشاہ کے مصارف ادا ہوتے تھے۔ عالمگیر نے چند گاؤں اور چند نمک سار اپنے مصارف کے لیے مخصوص کر لیے تھے۔ باقی کو بیت المال قرار دیا[3]۔

اس کی زندگی بالکل سادی اور زاہدانہ تھی تورنیر نے اسکو ۱۶۶۵ء میں دیکھا تھا وہ لکھتا ہے۔

---

[1] مآثر عالمگیری۔
[2] مآثر عالمگیری
[3] مآثر عالمگیری صفحہ ۹۷

"وہ نحیف و نزار ہو گیا تھا اور اس لاغری میں اس کی روزہ داری نے اور اضافہ کر دیا تھا۔"

لین پول صاحب لکھتے ہیں

"اورنگ زیب فرصت کے وقت کلاہیں بنایا کرتا تھا"

کلاہوں کا بنانا یقینی ہو یا نہ ہو لیکن اس قدر یقینی ہے کہ عالمگیر خود اپنے ہاتھ کی محنت سے اپنی خوراک بہم پہنچاتا تھا اور یہ سب باتیں اسی طرزِ عمل کے مٹانے کے لیے تھیں جس سے بادشاہ کا درجہ خدا کے قریب قریب قائم کر دیا گیا تھا۔

۱۰۔ عالمگیر نے تعلیم اور درس و تدریس کو جس قدر ترقی دی ہندوستان میں کبھی کسی عہد میں نہیں ہوئی تھی ہر ہر شہر اور قصبے میں تمام علما اور فضلا کے وظائف اور روزینے مقرر تھے جس کی وجہ سے وہ مطمئن ہو کر تعلیم اور تعلم میں مشغول رہتے تھے اس کے ساتھ ہر جگہ طالب علموں کے لیے وظائف مقرر تھے۔ مآثر عالمگیری میں ہے

"در جمیع بلاد و قصبات این کشور وسیع۔ فضلا و مدرسان را یومیہ و وظائف لائقہ از وقف و ادرار خلعت بر ساختہ و چہ برائے طلبہ علوم معیشت درخور حالت و استعداد مقرر فرمودہ اند (صفحہ ۵۲۹)"

ندوۃ العلما کی نمائش گاہ علمی میں جو بنارس میں قائم ہوئی تھی۔ ہم نے کثرت سے سلاطین تیموریہ کے عہد کے فرامین بہم پہنچائے تھے ان میں دو ثلث سے زیادہ عالمگیر کے فرامین تھے اور یہ کل فرامین کسی عالم یا درویش کی جاگیر یا مدد معاش کے متعلق تھے اہل علم کے وظائف کے لیے جو فرمان ہم کو ہاتھ آتا تھا عموماً عالمگیر کے دربار کا ہوتا تھا۔

تمام ملک مین سرائین۔ کاروانسرا۔ مسافر خانے بنوائے۔ اور اکثر اضلاع مین غلہ خانے
قائم کیے کہ قحط کے وقت غربا کو مفت غلہ تقسیم کیا جائے

مذہبی حیثیت عالمگیر کو اگرچہ خلافت کا دعوے نہ تھا تاہم وہ مسلمان بادشاہ تھا اور
اُس کا فرض تھا کہ وہ حکومت مین اُس قدر اسلامی شان باقی رکھے جس قدر ایک
اسلامی حکومت کے لیے اہل عنصر کے لحاظ سے ضروری ہے اکبر نے جس رنگ مین
سلطنت کو رنگنا شروع کیا تھا۔ اور جس کی یادگارین شاہ جہان کے زمانہ تک بھی باقی تھین
وہ اگر قائم رہتا تو تیموری سلطنت ایک ہندو سلطنت بن چکی تھی۔ اسلامی شعار بالکل مٹ چکے
تھے عام دربار کا لباس گھیردار پاجامہ اور ہندوانی پگڑی تھی راجاؤن کی طرح سلاطین
زیور پہنتے تھے۔ دربار مین سلام وغیرہ کے بجائے سجدہ پایا گی رائج تھی یہ بے غیرتی اس قدر
بڑھی کہ بے غیرت مسلمانون نے ہندوؤن کو لڑکیان دینی شروع کین۔ چنانچہ اس کی تفصیل
ہم اوپر لکھ آئے ہین۔ عالمگیر نے عنان سلطنت ہاتھ مین لی تو اس کا یہ فرض تھا کہ اسلامی
شعائر دوبارہ قائم کرے۔ اس نے سب سے پہلے ۱۰۶۹ھ مین یعنی تاریخ جلوس کے ایک ہی
برس کے بعد سنہ شمسی کو جو پارسیون کی تقلید سے قائم کیا گیا تھا۔ قمری سے بدل دیا۔
یہ اگرچہ بظاہر معمولی سی بات ہے لیکن اسی قسم کی معمولی باتون سے دنیا مین سیکڑون
قومین بنین اور فنا ہو گئین۔

درشن کا طریقہ بالکل اسلام کے مخالف تھا۔ اسلام کی سب سے بڑی
خوبی یہی ہے کہ اُس نے انسان کو ہمیشہ انسان کے درجے پر رکھا۔ کبھی کسی انسان کی پرستش

اور عبادت کی اجازت نہین دی لیکن درشن کا طریقہ صریح ایک قسم کی عبادت تھی۔ چنانچہ عالمگیر نے ۱۰۷۹ھ مین اسکو سرے سے بند کر دیا۔

۱۰۷۲ھ مین سلام مسنون کا طریقہ جاری کیا اور حکم دیا کہ عام طور پر مسلمان آپس مین ملنے جلنے کیوقت یہی طریقہ برتین۔

گانا بجانا بھی دربار کا ایک لازمہ قرار پا گیا تھا۔ اور ہر روز ایک وقت معین تک دربار شاہی رقص و سرود کا تماشاگاہ بنجاتا تھا۔

عالمگیر اگرچہ خود جیساکہ مآثر عالمگیری مین بتصریح لکھا ہے فن موسیقی کا ماہر تھا لیکن مزامیر کے ساتھ گانا چونکہ شرعاً ممنوع ہے اور دربار شاہی کی شان کے بالکل خلاف ہے عالمگیر نے اس صیغہ کو بھی بند کر دیا۔ گوئون نے اس پر ایک مصنوعی جنازہ نکالا۔ عالمگیر نے دیکھکر کہا ہان گر ایسا دفن کرنا کہ پھر نہ اُٹھے۔

احتساب کا مستقل محکمہ قائم کیا۔ اور تمام اضلاع مین محتسب مقرر کیے جنکا کام یہ تھا کہ لوگون کو منہیات اور ممنوعات سے باز رکھتے تھے۔ اس محکمہ کے افسر ملا جیلانی الدین تھے۔

تمام ممالک مین جسقدر مسجدین تھین۔ سب مین امام۔ موذن۔ خطیب مقرر کیے جنکی تنخواہین سرکاری خزانے سے ملتی تھین[۱]

سب سے مقدم کام یہ تھا کہ شرعی مقدمات کے فیصلے کے لیے کوئی ایسی

---

[۱] مآثر عالمگیری صفحہ ۵۲۹۔

جامع مانع کتاب فقہ کی موجود نہ تھی جس مین تمام مفتی بہ مسائل جمع کردیے گئے ہون اور
جن سے ہر شخص بآسانی مسائل کا استخراج کرسکے۔ عالمگیر نے تمام علما و فضلا کو جمع کرکے
تصنیف کا ایک مستقل محکمہ قائم کیا جسکے افسر ملا نظام تھے۔ اس کام کے لیے شاہی
کتب خانہ جس مین بے شمار کتابین فراہم تھین وقف کردیا۔ کئی برس کی لگاتار محنت
کے بعد وہ کتاب طیار ہوئی جو آج عالمگیری کے نام سے مشہور ہے۔ اور عرب و
روم مین فتاوے ہندیہ کہلاتی ہے۔ باوجود اس کے کہ علما کی تنخواہین کچھ بہت زیادہ
نہ تھین چنانچہ ہم نے مآثر الامرا[1] مین کسی کا روزینہ تین روپے سے زیادہ نہین دیکھا ہے۔
تاہم دو لاکھ روپے صرف ہوگئے اُس کتاب کا یہ خاص امتیازی وصف ہے کہ جو مسائل
تمام کتب فقہ مین پیچیدہ الفاظ مین پائے جاتے تھے ان کو اس قدر آسان کرکے لکھا ہے کہ
ایک بچہ تک سمجھ سکتا ہے۔

فقہ اور حدیث کی تعلیم کو نہایت رواج تھا۔ ایک ایک قصبہ مین مذہبی علما علوم
مذہبی کی درس و تدریس مین مشغول تھے اور ان کو سرکار کی طرف سے وظیفے ملتے تھے۔

خود بھی اوامر اور نواہی کا نہایت پابند تھا ہمیشہ باوضو رہتا تھا۔ ہمیشہ نماز جماعت سے
پڑھتا تھا ہفتے مین ہمیشہ تین دن روزے رکھتا تھا۔ عیش و نشاط کی مجلسون مین کبھی
شریک نہین ہوا۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس دینداری اور مذہبی وارفتگی کے وہ ظاہر پرست

---

[1] مآثر عالمگیری خاتمہ۔

اور صحیح الاعتقاد تھا۔ اس کی دینداری دیکھ کر شریف مکہ نے کئی دفعہ اپنے سفیر بھیجے اس پر عالمگیر ایک رقعے مین لکھتا ہے۔

شریف مکہ معظمہ در ہندوستان دولت بے شمار شنیدہ ہر سال برائے طلب نقد خود ایلچی

می فرستد۔ این مبلغان کہ می فرستیم برائے مستحقین ست۔ بجہت ادنکہ بجا بایدنبود کہ بآن

جماعت برسد دوست این منکہ حق بان نرسد۔
جمع شریف مکہ

ذاتی اوصاف

شجاعت و بہادری۔ تیمور کے خون مین سب سے پہلے شجاعت کی گرمی کا اثر ڈھونڈھنا چاہیے عالمگیر اس وراثت کا سب سے بڑا حصہ دار ہے تیمور کی نسل بابر سے شاہجہان تک شجاعت اور بہادری کا مرقع ہے، جس مین ایک دو بہے سے ممتاز نہین نظر آسکتا۔ اکبر مست ہاتھیون کو عین لڑنے کی حالت مین سونڈ پکڑ کر پیچھے ہٹا دیتا تھا۔ شاہجہان نے شاہزادگی مین تلوار سے شیر مارا ہے۔ لیکن عالمگیر کی شجاعت کے خط وخال اس مرقع مین نمایان ترین۔ وہ جب چودہ برس کا تھا تو ایک موقع پر جب شاہجہان ہاتھیون کی لڑائی کا تماشا دیکھ رہا تھا ایک ہاتھی فوج کی طرف ٹوٹ پڑا اور مطلع صاف تھا۔ لیکن عالمگیر پہاڑ کی طرح اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اور ہاتھی سے معرکہ آرا ہوا۔ ہاتھی نے اس کے گھوڑے کو سونڈ مین پکڑ کر دور پھینک دیا۔ عالمگیر لوٹ پوٹ کر اٹھا اور بڑھ کر ہاتھی پر تلوار ماری اس معرکے کو تمام مورخین نے تفصیل سے لکھا ہے۔ ابو طالب کلیم ملک الشعراے شاہجہان بھی اس موقع

موجود تھا اُس نے اس واقعہ کو نظم کر دیا ہے۔ چنانچہ چند اشعار ہم اس موقع پر نقل کرتے ہیں۔

برهانے گوش ارباب هوش　　　یکی قصه دارم بهی ارگوش

ز مردم من این نقل شنیده ام　　　من از دل شنیدم ول نه دیده ام

چو آراید این قصه هنگامه را　　　شمارند افسانه شهنامه را

صباحے شهنشاه گیتی فروز　　　شه معدلت گستر ظلم سوز

بدرشن برآمد چو خور بر سپهر　　　جهان از درخشش غرق انوار مهر

خلائق چو بعد از زمین بوس شاه　　　گرفتند در خورد خود جایگاه

به فیلان جنگی چو نوبت رسید　　　در آن عرصه آمد قیامت پدید

فتادند فیلان جنگی بهم　　　پے جنگ خرطومها شد علم

دوید از قضا زان دو فیل مهیب　　　یکے سوے شهزاده اورنگ زیب

بمردی ز جا یکسره مو نه شد　　　ز راه چنین سیل یکسو نه شد

یکی نیزه او برق سان تافته　　　نظر از رگ غیرتش یافته

ز قدرت چنان زد به پیشانیش　　　که جست از قضا برق رخشانیش

دران کوه پیکر نهان شد سنان　　　دگر بار در رفت آهن بکان

ز خرطوم انداخت پیچان کمند　　　فتاد اسپ شهزاده در پیل بند

گرفت اسپ شهزاده بهتے سوار　　　ز نم آب شد زهره روزگار

بغیشر در اسپ دندان کین　　　برآمد خروشش از آن زمین

چو دراسپ ساماں جولان ندید — چو شہبازے از خانۂ زین پرید

ہمانندم کہ بر خاک پا افشرد — روان دست جرأت بہ شمشیر برد

علم کرد شمشیر بر سے دوید — کزان سوے فیل غنیمش رسید

چو خود پسندیدۂ پردلان — کہ گیرد پیکے را دو تن درمیان

ز نیروے مروت از و دست داشت — بہ پیکار پیل غنیمش گذاشت

شاہ جہان یہ ردوبدل خود دیکھ رہا تھا ہاتھی ہٹا تو عالمگیر کو بلا کر سینہ سے لپٹا لیا اور اس پر سے موتی اور روپے نچھاور کیے۔

دارا شکوہ کی جنگ میں ۲۵-۳۰ ہزار فوج سے ایک لاکھ سوار اور بیس ہزار پیدل فوج کے مقابلے میں معرکہ آرا ہوا ہے۔ اور جب گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی تو اس کے ساتھ صرف ایک ہزار آدمی رہ گئے تھے اُس وقت اُس نے جو شجاعت ظاہر کی ہے اس کو لین پول ان الفاظ میں لکھتا ہے۔

جنگ کی یہ نازک حالت ہو گئی تھی اور قریب تھا کہ اورنگ زیب کو ہزیمت ہو کیونکہ اس کے چیدہ چیدہ رسالے پسپا ہو چکے تھے اور وہ تنہا کھڑا ہوا تھا اور مشکل سے ایک ہزار آدمی اس کے گرد ہو نگے اور ان کو بھی دارا کے حملوں کا انتظار تھا اس سے زیادہ مستقل رستانہ شجاعت کی کبھی جانچ نہ ہوئی ہو گی لیکن اورنگ زیب کے بدن میں بجائے پٹھوں کے فولاد کے تار تھے صرف اورنگ زیب کی شجاعت تھی جس نے ایک ہزار کو ایک لاکھ فوج پر فتح دی۔

عالمگیر کی اس جرأت انگیز شجاعت۔ اور اس تعجب خیز عزم و ثبات۔ کو بڑھاپا۔ کمزوری۔ مصائب سفر۔ تواتر حوادث۔ کوئی چیز کم نہ کر سکی۔ سنہ ۱۱۱۱ھ مطابق ۱۷۰۰ء مین جب بمقام "ستارا" مرہٹون نے ایک سرنگ اڑائی اور فوج مین بربادی پھیلی تو بیاسی کا برس کا بوڑھا شاہنشاہ جھٹ گھوڑے پر چڑھ کر مقام حادثہ پر پہنچا۔ آدمیون کی لاشون کا ڈھیر لگوایا اور چاہتا تھا کہ حملہ کی سرداری خود کرے لیکن بڑی دقت سے اس کو اس ارادے سے باز رکھا گیا اب بھی وہ وہی ساماگڈھ کا جوان تھا جس نے اپنے ہاتھی کے پاؤن مین بیڑیان ڈلوا دی تھین"۔

یہ لین پول کے الفاظ ہین۔ خافی خان اس واقعہ کو ان الفاظ مین لکھتا ہے

"چون دانستند که مبارزان قلعه کشا حوصله باخته اند۔ خود بدولت بر اسپ سوار شده بر سرکار آمده فرمودند که لاشہا را در پاے آن دیوار برابر هم چیده ازین آورده پشتهٔ ساخته قدم بر پشته آن پیش گذارند۔ چون در مردم ازین حرف شنیدن شاه و دختر دنیا خواستند خود بذات شریف بہ پیش قدم بعدان جان نثار گردند۔ ارکان سلطنت بالحاح و تضرع ازین جرأت مانع آمدند"

یہ وہ وقت تھا کہ ہزارون آدمی سُرنگ کے اُڑنے سے برباد ہو گئے تھے اور فوج نے حملہ کرنے سے بالکل انکار کر دیا تھا۔ عالمگیر کے عزم و ثبات کی تصویرین سیکڑون مرقعون مین مل سکتی ہین جن مین ایک یہی ہے کہ جب وہ شاہزادگی کے زمانے مین بلخ کی مہم پر گیا تھا اور عبدالعزیز خان سے معرکہ آرا تھا تو عین حالت جنگ مین نماز ظہر کا وقت آگیا۔ دشمن کی فوجین چارون طرف

سے تیر برسا رہی تھیں یہ استقلال کا دیوتا گھوڑے سے بکمال متانت اترا۔ نماز کی صف قائم کی سکون و اطمینان کے ساتھ فرائض اور نوافل ادا کیے۔ عبدالعزیز خان یہ حیرت انگیز سمان دیکھ کر لڑائی سے ہٹ گیا کہ ایسے شخص سے لڑنا تقدیر سے لڑنا ہے۔[1]

الفنسٹن صاحب کی زبان سے عالمگیر کی تعریف مین ایک لفظ بھی عالمگیر کی قسمت کی کی یاوری ہے تاہم صاحب موصوف نے عالمگیر کے استقلال کا ایک جدا عنوان قائم کیا ہے جس مین تفصیل سے واقعات لکھے ہین۔ اور ان پر سخت حیرت ظاہر کی ہے۔ ہم طول کے لحاظ سے قلم انداز کرتے ہین۔ فوج کے سب سے دلاور سپاہی بارہہ کے سادات گنے جاتے تھے اور اس مین شبہ نہین کہ تیموریون کے اکثر معرکے انھین نے سر کیے ہین۔ ایک موقع پر ان لوگون نے دربارین سے خانہ جنگی کی عالمگیر نے حکم دیا کہ قاضی کے محکمہ مین یہ مقدمہ پیش ہو۔ سادات نے کہا۔ ہم اپنا فیصلہ خود کر لینگے۔ عالمگیر نے آستین چڑھا کر کہا کہ جو لوگ میری تلوار کا مزہ چکھ چکے ہین وہ شریعت کے حکم کے مقابلے مین ایسے الفاظ منہ سے نکالتے ہین کہ عجب ملک آئین یہ کہکر حکم دیا کہ پہرہ وغیرہ پر جس قدر سادات بارہہ ہین سب برطرف کر دیے جائین۔ سادات کا وہ تمام غرور جاتا رہا شہزادہ اکبر نے جب بغاوت کی ہے اور ستر ہزار راجپوتون کا لشکر قریب آگیا تو عالمگیر کے ساتھ صرف ایک ہزار فوج تھی۔ باقی فوجین نہایت دور دراز مقامات پر تھین۔ لیکن عالمگیر کی جبین استقلال پر شکن تک نہ پڑی اور بالآخر شہزادہ خود پسپا ہو کر چلا گیا۔

---

[1] آثر عالمگیری صفحہ ۵۰۱۔

شہزادۂ **اعظم** شاہ جس کی دلیری اور بہادری کا تمام ملک مین سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ جو معاملہ گذرا۔ عام طور پر مشہور ہے۔ جس کا یہ اثر تھا کہ اس کے بعد جب عالمگیر کا خط آتا تھا تو شہزادہ کا رنگ زرد پڑ جاتا تھا اس قسم کے بے شمار واقعات ہین جنکا شمار نہین ہو سکتا۔

عالمگیر تیغ و قلم دونون کا مالک تھا۔ اس کی انشاپردازی کی داد مخالفون تک سے دی ہے۔ اس کے رقعے باوجود اس کے کہ واقعات کا ذخیرہ قصہ طلب حوالون کا مجموعہ جغرافیانہ اطلاعون کی یادداشت ہین۔ تاہم ادائے مطلب کی قدرت۔ عبارت کی سادگی فقرون کی ہمواری۔ مطالب کا اختصار۔ پہلو بہ پہلو جملے۔ دلنشین ترکیبین نہایت حیرت انگیز ہین۔ یہان تک کہ اردو کے سب سے بڑے انشاپرداز مولوی **محمد حسین آزاد** کو بھی بادل ناخواستہ تعریفی جملے لکھنے پڑے۔

سلہ مولانا آزاد لکھتے ہین۔ عالمگیر نے دل حاضر اور زبان قادر البیان پائی تھی اس لیے اپنے فرمان اور خطوط آپ لکھتا تھا یا سامنے لکھواتا تھا کاغذات پر خود حکم پڑھاتا تھا وہ ۵۰ برس سلطنت کر کے ۱۱۱۸ھ مین فوت ہوا۔ اس کی تحریرین دیکھ کر تعجب آتا ہے کہ جس طرح اورنگ سلطنت زیر قدم رکھتا تھا اسی طرح کشور سخن بھی زیر قلم۔ دیکھو اسکے چھوٹے چھوٹے فقرے ملک رانی کے پیچون مین اُلجھے ہوئے ہین مگر عبارت صاف ہے اور لفظ لفظ مین محاورے کا نمک دیا ہوا ہے۔ تمام انتظامی ہدایتین اور اکثر اخلاقی نصیحتین ہین کہ تاثیر مین ڈوبی ہوئی ہین اُس کی تحریر کو گلستان سے تشبیہ دون تو مضائقہ نہین اتنا فرق ہوگا کہ گلستان کے خیالی مضامین ہین اور اس کے حالی، عبارت اسکی جتنی پڑھنے مین سہل ہے اتنی ہی لکھنے مین دشوار ہے۔

عالمگیر کے رقعات سے انشاپردازی کے علاوہ اس کی وسعت معلومات مسائل دینیہ کی اطلاع عام باخبری خوش مذاقی اور حسن انتخاب کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

عالمگیر کے عام اخلاق وعادات یہ تھے۔ نہایت سنجیدہ اور متین تھا۔ کبھی نامناسب لفظ اُس کی زبان سے نہین نکلتا تھا۔ نہایت رحیم اور وسیع الظرف تھا۔ اہل کمال کا نہایت قدردان تھا۔ لوگون سے نہایت اخلاق سے پیش آتا تھا۔ نہایت خشک زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ لہو ولعب کی باتون سے قطعاً محترز تھا"

تم کو حیرت ہوگی کہ ان کمالات کا شخص اس قدر کامیاب کیون نہ ہوا جس قدر ہونا چاہیے تھا اس کی چند وجہین ہین۔

۱۔ اس کی اولاد لائق نہ ہوئی اس کا جانشین بہادر شاہ دوپہر چڑھے دن کو سوکر اُٹھتا تھا۔ اس سے اس کے اور اوصاف کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

۲۔ باوجود تمام خوبیون کے۔ عالمگیر مین یہ بڑا عیب تھا کہ وہ اپنی ذاتی شجاعت اور استقلال کی وجہ سے کسی کو خاطر مین نہین لاتا تھا اور اس وجہ سے کسی کو وہ اپنا دوست نہ بنا سکا۔

۳۔ مرہٹون کے تعاقب مین اس نے بلا ضرورت اپنی کوشش صرف کی۔

۴۔ مزاج مین سخت کفایت شعاری تھی۔ یہ صفت حضرت عمر فاروقؓ کے جانشین کے لیے گو موزون ہے لیکن شاہ جہان کے تخت پر بیٹھنے کے لیے کام نہین آسکتا تھا۔

غرض عالمگیر کی جو تصویر اس کے مخالفون نے کھینچی ہے اُس مین تو تماستر
تعصب اور عداوت کا رنگ بھر اگیا ہے۔ لیکن یہ کہنا بھی بالکل مبالغہ ہے کہ وہ انسانی
کمزوریون سے پاک تھا۔ باوجود ان تمام خوبیون کے جو اس مین تھین ہم تیموری سلاطین
کی فہرست مین وہی درجہ اس کو دیکھتے ہین جو اس کو ترتیب شمار کی رو سے حاصل تھا
تاہم عام اسلامی دنیا مین اس کے بعد آج تک کوئی اس کے برابر کا شخص بھی
نہین پیدا ہوا۔